بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکتوبات احمدیہ جلد دوم

آریوں۔ ہندوؤں۔ برہموؤں کے نام خطوط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بجانب پنڈت دیانند سرستی (بانی آریہ سماج)

من انچہ شرط بلاغ است باتو میگویم ٭ تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

واضح ہو کہ اندنوں میں اس عاجز نے حق کی تائید کے لئے اور دین اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کی غرض سے ایک نہایت بڑی کتاب تالیف کی ہے جس کا نام براہین احمدیہؑ ہے۔ چنانچہ اُس میں سے تین حصے چھپ کر مشتہر ہو چکے ہیں۔ اور حصہ چہارم عنقریب چھپنے والا ہے حصہ سوم میں اسبات کا کافی ثبوت موجود ہے کہ سچا دین جس کے قبول کرنے پر نجات موقوف ہے دین اسلام ہے۔ کیونکہ سچائی کے معلوم کرنے کے لئے دو ہی طریق ہیں۔ ایک یہ کہ نقلی دلائل سے کسی دین کے عقائد صاف اور پاک ثابت ہوں دوسری یہ کہ جو دین اختیار کرنے کی علت غائی ہے۔ یعنی نجات اس کے علامات اور انوار اس دین کی متابعت سے ظاہر ہو جائیں۔ کیونکہ جو کتاب دعویٰ کرتی ہے کہ میں اندرونی بیماریوں اور تاریکیوں سے لوگوں کو شفا دیتی ہوں بجز میرے دوسری کتاب نہیں دیتی تو ایسی کتاب کے لئے ضرور ہے کہ اپنا ثبوت دے۔ پس انھیں دونوں طریقوں کی نسبت ثابت کرکے دکھلایا گیا ہے کہ یہ صرف اسلام میں

پائے جاتے ہیں۔ اسلام وہ پاک مذہب ہے کہ جس کی بنیاد عقائد صحیحہ پر ہے کہ جس میں سراسر جلال الٰہی ظاہر ہوتا ہے۔ قرآن شریف ہر ایک جزو کمال خدا کیلئے ثابت کرتا ہے اور ہر ایک نقص و زوال سے اس کو پاک ٹھہراتا ہے۔ اس کی نسبت قرآن شریف کی یہ تعلیم ہے کہ وہ بیچون و بیچگون ہے اور ہر ایک شبہہ و مانند سے منزہ ہے اور ہر ایک شکل اور مثال سے مبرا ہے۔ وہ مبداء ہے عام فیضوں کا اور جامع ہے تمام خوبیوں کا اور مرجع ہے تمام امور کا اور خالق ہے تمام کائنات کا اور پاک ہے ہر ایک کمزوری اور ناقدرتی اور نقصان سے اور واحد ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور الوہیت میں اور معبودیت میں۔ نہیں مشابہ اس سے کوئی چیز اور نہیں جائز کسی چیز سے اسکا اتحاد اور حلول۔ مگر افسوس آپ کا اعتقاد سراسر اس کے برخلاف ہے اور ایسی روشنی چھوڑ کر تاریکی ظلمت میں خوش ہو رہے ہیں۔ اب چونکہ میں نے اس روشنی کو آپ جیسے لوگوں کی سمجھ کے موافق نہایت صاف اور سلیس اردو میں کھول کر دکھلایا ہے اور اس بات کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ لوگ ایک سخت ظلمت میں پڑے ہوئے ہیں یہاں تک کہ جس کے سہارے پر تمام دنیا چلتی ہے اس کی نسبت آپکا یہ اعتقاد ہے کہ وہ تمام فیضوں کا مبدأ نہیں اور تمام ارواح یعنی جیو اور اُن کی روحانی قوتیں اور استعدادیں اور ایسا ہی تمام اجسام صغار یعنی پرکرتی خود بخود انادی طور پر قدیم سے چلے آتے ہیں اور تمام ہنر یعنی گُن جو ان میں ہیں وہ خود بخود ہیں۔ اور اس فیصلہ کو صرف عقلی طور پر نہیں چھوڑا بلکہ اسلام کے پاک گروہ میں وہ آسمانی نشان بھی ثابت کئے ہیں کہ جو خدا کے برگزیدہ قوم میں ہونے چاہئیں۔ اور ان نشانوں کے گواہ صرف مسلمان لوگ ہی نہیں بلکہ کئی آریہ سماج والے بھی گواہ ہیں اور بفضل خداوند کریم دن بدن لوگوں پر کھلتا جاتا ہے کہ برکت اور روشنی اور صداقت صرف قرآن شریف میں ہے اور دوسری کتابیں ظلمت اور تاریکی سے بھری ہوئی ہیں۔ لہٰذا یہ خط آپکے پاس رجسٹری کرا کر بھیجتا ہوں اگر آپ کتاب براہین احمدیہ کے مطالعہ کے لئے مستعد ہوں تو میں وہ کتاب مفت بلاقیمت آپکو بھیج دونگا۔ آپ اس کو غور سے پڑھیں اگر اس کے دلائل کو لاجواب پاویں تو حق کے قبول کرنے میں توقف

نہ کریں کہ دنیا روزے چند - آخر کار با خداوند - میں ابھی اس کتاب کو بھیج سکتا تھا - مگر میں نے سُنا ہے کہ آپ اپنے خیالات میں محو ہو رہے ہیں اور دوسرے شخص کی تحقیقاتوں سے فائدہ اُٹھانا ایک عار سمجھتے ہیں - سو میں آپ کو دوستی اور خیر خواہی کی راہ سے لکھتا ہوں کہ آپ کے خیالات صحیح نہیں ہیں - آپ ضرور ہی میری کتاب کو منگا کر دیکھیں اُمید کہ اگر حق جوئی کی راہ سے دیکھینگے تو اس کتاب کے پڑھنے سے بہت سے حجاب اور پردے آپ کے دور ہو جائینگے - اور اگر آپ اردو عبارت نہ پڑھ سکیں تاہم کسی لکھے پڑھے آدمی کے ذریعہ سمجھ سکتے ہیں - آپ اپنے جواب سے مجھکو اطلاع دیں - اور جس طور سے آپ تسلی چاہیں خداوند قادر ہے - صرف سچی طلب اور انصاف اور حق جوئی درکار ہے جواب سے جلد تر اطلاع بخشیں - کہ میں منتظر ہوں - اور اگر آپ خاموش رہیں تو پھر اس سے یہی سمجھا جائیگا کہ آپ کو صداقت اور روشنی اور راستی سے کچھ غرض نہیں ہے ؁

۲۰ - اپریل ۱۸۸۳ء مطابق ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۰۰ھ

خط جو مختلف مذاہب کے لیڈروں کے نام بھیجا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد ما وجب گذارش ضروری یہ ہے کہ یہ عاجز (مولف براہین احمدیہ) حضرت قادر مطلق جلشانہ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ بنی ناصری اسرائیلی (مسیح) کے طرز پر کمال مسکینی و فروتنی و غربت و تذلل و تواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے اور ان لوگوں کو جو راہ راست سے بیخبر ہیں صراط مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی نجات حاصل ہوتی ہے اور اسی عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھا دے اسی غرض سے کتاب براہین احمدیہ تالیف پائی ہے جس کے ۳۷ - جز چھپکر شائع ہو چکی ہیں اور اس کا خلاصہ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہذا میں مندرج ہے . . . . . .

. . . .

لیکن چونکہ پوری کتاب کا شائع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے اس لئے یہ قرار پایا ہے
کہ بالفعل بغرض اتمام حجت یہ خط جس کی دو سو چالیس کاپی چھپوائی گئی ہیں (معہ اشتہار انگریزی
جس کی آٹھ ہزار کاپی چھپوائی گئی ہیں) شائع کیا جاوے اور اس کی ایک ایک کاپی بخدمت
معزز برہمو صاحبان و آریہ صاحبان و نیچری صاحبان و حضرت مولوی صاحبان جو وجود خوارق
و کرامت سے منکر ہیں اور اس وجہ سے اس عاجز پر بدظن ہیں ارسال کی جاوے یہ ان حضرات
نیچریہ یا مولوی صاحبان کو کہا جاتا ہے جو اسلام کو مانتے ہیں اور پھر وجود خوارق اور کرامات سے
منکر اور اس عاجز پر بدظن ہیں۔ یہ تجویز اپنی فکر اور اجتہاد سے نہیں قرار پائی ہے بلکہ حضرت مولیٰ کریم کی
طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے اور بطور پیشگوئی یہ بشارت ملی ہے کہ اس خط کے مخاطب
(جو خط پہنچنے پر رجوع نہ کرینگے) ملزم و لاجواب و مغلوب ولاجواب و مغلوب ہو جاوینگے بنا علیہ
پر یہ خط چھپوا کر آپ کی خدمت میں (اس نظر سے کہ آپ اپنی قوم میں معزز اور مشہور اور مقتدر ہیں)
ارسال کیا جاتا ہے اور آپ کی کمال علم اور بزرگی کی نظر سے امید ہے کہ آپ حسبتہ اللہ اس خط
کے مضمون کی طرف سے توجہ فرما کر طلب حق میں کوشش کرینگے اگر آپ نے اس طرف توجہ نہ کی تو آپ
پر حجت تمام ہوگی اور اس کارروائی کے (کہ آپکو خط رجسٹری شدہ ملا اور پھر آپ نے اس کی طرف
توجہ کو مبذول نہ فرمایا۔) حصہ پنجم کتاب براہین احمدیہ میں پوری تفصیل سے بحث کیجاویگی اور
اصل مدعا خط جس کی ابلاغ کیلئے میں مامور ہوا ہوں یہ ہے کہ دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق
ہے صرف اسلام ہے۔ اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن
ہے اس دین کی حقانیت اور قرآن شریف کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں کی
(خوارق و پیشگوئیوں) شہادت بھی پائی جاتی ہے جسکو طالب صادق اس خاکسار (مولف
براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعائنہ چشم تصدیق کر سکتا ہے آپ کو اس
دین کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بنکر
قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہکر آسمانی نشانوں
کو بچشم خود مشاہدہ کرلیں (ولیکن اس شرط و نیت سے (جو طالب صادق کی نشانی ہے) کہ بمجرد
معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ قادیان میں مشرف باظہار اسلام یا بتصدیق خوارق سے مشرف

ہو جاوینگے۔اس شرط و نیت سے آپ آوینگے تو ضرور انشاء اللہ تعالیٰ آسمانی نشان مشاہدہ کرینگے
اس امر کا خدا کیطرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں اب آپ تشریف
نہ لاویں تو آپ پر خدا کا مواخذہ رہا اور بعد انتظار تین ماہ کے آپ کی عدم توجہی کا حال درج
حصہ پنجم کتاب ہوگا۔ اور اگر آپ آویں اور ایک سال تک رہکر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ
کریں تو دو سو روپیہ ماہوارہ کے حساب سے آپکو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جاویگا۔اس دو سو روپیہ
ماہوارہ کو آپ اپنی شایاں شان نہ سمجھیں یا تو اپنی حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ
خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دینگے ہم اُس کو بشرط استطاعت قبول کرینگے
طالبان ہرجانہ یا جرمانہ کے لئے ضروری ہے کہ تشریف آوری سے پہلے بذریعہ رجسٹری ہم
سے اجازت طلب کریں اور جو لوگ ہرجانہ یا جرمانہ کے طالب نہیں ان کو اجازت طلب
کرنے کی نہیں۔ اگر آپ بذات خود تشریف نہ لا سکیں تو آپ اپنا وکیل جس کے مشاہدہ کو
آپ معتبر اور اپنا مشاہدہ سمجھیں روانہ فرماویں مگر اس شرط سے کہ بعد مشاہدہ اس شخص
کے آپ اظہار اسلام یا (تصدیق خوارق) میں توقف نہ فرماویں آپ اپنی شرط اظہار اسلام
(تصدیق خوارق) ایک سادہ کاغذ پر جس پر چند ثقات مختلف مذاہب کی شہادتیں ہوں
تحریر کر دیں جسکو متعدد انگریزی اردو اخباروں میں شائع کیا جاویگا ہم سے اپنی شرط دو سو روپیہ
ماہوار ہرجانہ یا جو آپ پسند کریں اور ہم اُس کی ادائی کی حفاظت بھی رکھیں۔ عدالت میں
رجسٹری کرائیں بالآخر یہ عاجز حضرت خداوند کریم جلشانہ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اپنے
سچے دین کے براہین ہمپر ظاہر کئے اور پھر اُن کی اشاعت کے لئے ایک آزاد سلطنت
کی حمایت میں جو گورنمنٹ انگلشیہ ہے ہم کو جگہ دی۔اس گورنمنٹ کا بھی حق شناسی
کی رو سے یہ عاجز شکریہ ادا کرتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ فقط

راقم خاکسار غلام احمد قادیانی ۸۔ مارچ ۱۸۸۵ء مطابق ۲۹۔ جمادی الاول ۱۳۰۲ھ

خط بنام اندرمن مرادآبادی

اندرمن مرادآبادی نے دعوت یکسال کے لئے چوبیس سو روپیہ مانگا تھا جو مسلمانوں کے ایک معزز ڈیپوٹیشن کے ہاتھ بھیجا گیا اور یہ خط ساتھ لکھا گیا مگر اندرمن کہیں بھاگ گیا آخر یہ خط شائع کیا گیا۔ (ایڈیٹر)

نقل اشتہار

منشی اندرمن صاحب مرادآبادی نے میرے اس مطبوع خط (جس کی ایک ایک کاپی غیر مذاہب کے اُستاد و مقتداؤں کے نام خاکسار نے روانہ کی تھی) جس کے جواب میں پہلے نابھہ سے پھر لاہور سے یہ لکھا تھا کہ تم ہمارے پاس آؤ اور ہم سے مباحثہ کرلو اور زرِ موجود اشتہار پیشگی بنک میں داخل کردو وغیرہ وغیرہ۔ اس کے جواب میں خاکسار نے رقیمہ ذیل معہ دو ہزار چار سو روپیہ نقد ایک جماعت اہل اسلام کے ذریعہ سے ان کی خدمت میں روانہ لاہور کیا جب وہ جماعت منشی صاحب کے مکان موعود میں پہنچی تو منشی صاحب کو وہاں نہ پایا۔ وہاں سے ان کو معلوم ہوا کہ جس دن منشی صاحب نے وہ خط خاکسار کے نام روانہ کیا تھا اسی دن سے وہ فرید کوٹ تشریف لے گئے ہوئے ہیں باوجودیکہ اس خط میں منشی صاحب نے ایک ہفتہ تک منتظر جواب رہنے کا وعدہ کیا تھا یہ امر نہایت تعجب اور تردد کا موجب ہوا لہذا یہ قرار پایا کہ اس رقیمہ کو بذریعہ اشتہار مشتہر کیا جاوے اور اُس کی ایک کاپی منشی صاحب کے نام حسب نشان مکان موجود بذریعہ رجسٹری روانہ کی جاوے۔ وہ یہ ہے:۔

مشفقی اندرمن صاحب آپ نے میرے خط کا جواب نہیں دیا۔ ایک نئی بات لکھی ہے جس کی اجابت مجھ پر اپنے عہد کی رُو سے واجب نہیں ہے۔ میری طرف سے یہ عہد تھا کہ جو شخص میرے پاس آوے اور صدق دل سے ایک سال میرے پاس ٹھہرے اسکو خدا تعالیٰ کوئی نہ کوئی آسمانی نشان مشاہدہ کرادیگا جس سے قرآن اور دین اسلام کی صداقت ثابت ہو آپ اس کے جواب میں اول تو مجھے اپنے پاس (نابھہ میں پھر لاہور میں) بلاتے ہیں اور خود آنیکا ارادہ ظاہر فرماتے ہیں تو مباحثہ کے لئے نہ آسمانی نشان دیکھنے کے لئے اس پر طرفہ یہ ہے کہ روپیہ اشتہار پیشگی طلب فرماتے ہیں جس کا میں نے

پہلے وعدہ نہیں دیا۔ اب آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ میری تحریر سے آپکا جواب کہانتک متفاوت
و متجاوز ہے۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ لہذا میں اپنے اُسی پہلے اقرار کی رو سے
پھر آپ کو لکھتا ہوں کہ آپ ایکسال رہکر آسمانی نشانوں کا مشاہدہ فرماویں اگر بالفرض کسی
آسمانی نشان کا آپ کو مشاہدہ نہو تو میں آپ کو چوبیس سو روپیہ دونگا۔ اور اگر آپ کو پیشگی لینے
پر اصرار ہو تو مجھکو اس سے بھی دریغ و عذر نہیں بلکہ آپ کے اطمینان کے لئے سردست
چوبیس سو روپیہ نقد ہمراہ رقیمہ ہذا ارسال خدمت ہے مگر چونکہ آپ نے یہ ایک امر زائد چاہا
ہے اس لئے مجھے بھی حق پیدا ہوگیا ہے کہ میں اس امر زائد کے مقابلہ میں کچھ شروط
ایسی لوں جن کا ماننا آپ پر واجبات سے ہے۔ (۱) جب تک آپ کا سال مقررہ
گذر نہ جاوے کوئی دوسرا شخص آپ کے گروہ سے زر موعود پیشگی لینے کا مطالبہ نہ کرے
کیونکہ ہر شخص کو زر پیشگی دینا سہل و آسان نہیں ہے (۲) اگر آپ مشاہدہ آسمانی کے بعد
اظہار اسلام میں توقف کریں اور اپنے عہد کو پورا نہ کریں تو پھر حرجانہ یا جرمانہ دو امر سے ایک
امر ضرور ہو۔ (الف) سب لوگ آپ کے گروہ کے جو آپ کو مقتدا جانتے ہیں یا آپ کے
حامی و مربی ہیں اپنا عجز اور اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کا بے دلیل ہونا تسلیم کرلیں
وہ لوگ ابھی سے آپ کو اپنا وکیل مقرر کر کے اس تحریر کا آپ کو اختیار دیں پھر اس پر اپنے
دستخط کریں (ب) درصورت تخلف وعدہ جانب ثانی سے اس کا مالی جرمانہ یا معاوضہ
جو آپ کے اور آپ کے دوستوں اور حامیوں اور مقتدیوں کی حیثیت کے مطابق
ہو ادا کریں تاکہ وہ اس مال سے اس وعدہ خلافی کی کوئی یادگار قائم کیجاوے (ایک اخبار
تائید اسلام میں جاری ہو یا کوئی مدرسہ تعلیم نو مسلم اہل اسلام کے لئے قائم ہو)۔ آپ ان شرائط
کو تسلیم نہ کریں تو آپ مجھ سے پیشگی روپیہ نہیں لے سکتے اور اگر آپ آسمانی نشان کے مشاہدہ کیلئے
نہیں آنا چاہتے ہیں صرف مباحثہ کیلئے آنا چاہتے ہیں تو اس امر سے میری خصوصیت نہیں خدا تعالیٰ کے فضل
سے اس اُمت محمدیہ میں علماء اور فضلاء اور بہت ہیں جو ایسے مباحثہ کرنیکو طیار ہیں میں
جس امر سے مامور ہو چکا ہوں اس سے زیادہ نہیں کرسکتا۔ اور اگر مباحثہ بھی مجھ سے منظور ہو
تو آپ میری کتاب کا جواب دیں یہ مباحثہ کی صورت عمدہ ہے۔ اور اس میں معاوضہ بھی زیادہ

ہے۔ بجائے چوبیس سو روپیہ کے دس ہزار روپیہ - ۳۰- مئی ۱۸۸۵ء

اکبر آباد آریہ سماج کے ایک ممبر رام چرن نامی کے نام

(ایک سوال کا جواب جو بذریعہ اخبار عام مورخہ ۱- مئی ۱۸۸۵ء میں دیا گیا - ایڈیٹر)

آج ایک سوال از طرف رامچرن نامی جو آریہ سماج اکبر آباد کے ممبر ہیں سے ہے میری نظر سے گذرا سو اگرچہ لغو اور بے حقیقت سوالات کی طرف متوجہ ہونا ناحق اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے لیکن ایک دوست کے الحاح اور اصرار سے لکھتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ خدا نے شیطان کو پیدا کر کے کیوں آپ ہی لوگوں کو گناہ اور گمراہی میں ڈالا کیا اُس کا یہ ارادہ تھا کہ لوگ ہمیشہ بدی میں مبتلا رہ کر کبھی نجات نہ پاویں۔ ایسا سوال اُن لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے جنہوں نے کبھی غور اور فکر سے دینی معارف میں نظر نہیں کی یا جنکی نگاہیں خود ایسی پست ہیں کہ بجز نکتہ چینیوں کی اور کوئی حقیقت شناسی کی بات اور محققانہ صداقت ان کو نہیں سوجھتی۔ اب واضح ہو کہ سائل کے اس سوال سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصول اسلام سے بکلی بیگانہ اور معارف ربانی سے سراسر اجنبی ہے کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ شریعت اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ گویا شیطان صرف لوگوں کے بہکانے اور ورغلانے کے لئے خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اسی اپنے وسوسہ کو پختہ سمجھ کر تعلیم قرآنی پر اعتراض کرتا ہے حالانکہ تعلیم قرآنی کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے اور نہ یہ بات کسی آیت کلام الٰہی سے نکلتی ہے بلکہ عقیدہ حقہ اہل اسلام جسکو حضرت خداوند کریم جلشانہ نے خود اپنے کلام پاک میں بیان کیا ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کے لئے دونوں اسباب نیکی اور بدی کی مہیا کر کے اور ایک وجہ کا اُس کو اختیار دیکر قدرتی طور پر ہر دو قسم کے محرک اس کیلئے مقرر کئے ہیں ایک داعی خیر یعنی ملائکہ جو نیکی کی رغبت دل میں ڈالتے ہیں - دوسرے داعی شر یعنی شیطان جو بدی کی رغبت دل میں ڈالتا ہے لیکن خدا نے داعی خیر کو غلبہ دیا ہے کہ اُس کی تائید میں عقل عطا کی اور اپنا کلام نازل کیا اور خوارق اور نشان ظاہر کئے اور ارتکاب جرائم پر سخت سخت سزائیں مقرر کیں۔ سو خدا تعالیٰ نے انسان کو ہدایت پانے کے لئے کئی قسم کی روشنی

عنایت کی اور خود اس کے دل انصاف کو ہدایت کے قبول کرنے کے لئے مستعد پیدا کیا
اور داعی شر بدی کی طرف رغبت دینے والا ہے تا انسان اُس کی رغبت دہی سے احتراز
کرکے اُس ثواب کو حاصل کرے جو بجز اس قسم کے امتحان کے حاصل نہیں کرسکتا تھا
اور ثبوت اس بات کا کہ ایسے دو داعی یعنی داعی خیر و داعی شر انسان کے لئے پائے جاتے
ہیں۔ بہت صاف اور روشن ہے۔ کیونکہ خود انسان بدیہی طور پر اپنے نفس میں احساس
کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ دو قسم کے جذبات سے متاثر ہوتا رہتا ہے کبھی اُس کے لئے ایسی حالت
صاف اور نورانی میسر آجاتی ہے کہ نیک خیالات اور نیک ارادے اس کے دل میں اُٹھتے
ہیں۔ اور کبھی اُس کی حالت ایسی پُرظلمت اور مکدر ہوتی ہے کہ طبیعت اس کی بدخیالات
کیطرف رجوع کرتی ہے۔ اور بدی کی طرف اپنے دل میں رغبت پاتا ہے۔ سو یہی دونو
داعی ہیں جن کو ملائک اور شیاطین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور حکمائے فلسفہ نے
انھیں دونوں داعی خیر اور داعی شر کو دوسری طور پر بیان کیا ہے۔ یعنی اُن کے گمان
میں خود انسان ہی کے وجود میں دو قسم کی قوتیں ہیں۔ ایک قوت ملکی جو داعی خیر ہے۔
دوسری قوت شیطانی جو داعی شر ہے۔ قوت ملکی نیکی کی طرف رغبت دیتی ہے
اور چپکے سے انسان کے دل میں خود بخود یہ پڑجاتا ہے کہ میں نیک کام کروں۔ جس سے
میرا خدا راضی ہو۔ اور قوت شیطانی بدی کیطرف محرک ہوتی ہے۔ غرض اسلامی عقائد اور
دنیا کے کل فلاسفہ کے اعتقاد میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ اہل اسلام دونوں محرکوں کو
خارجی طور پر دو وجود قرار دیتے ہیں اور فلسفی لوگ انھیں دونوں وجودوں کو دو قسم کی
قوتیں سمجھتے ہیں۔ جو خود انسان ہی کے نفس میں موجود ہیں۔ لیکن اس اصل بات میں
کہ فی الحقیقت انسان کے لئے دو محرک پائے جاتے ہیں خواہ وہ محرک خارجی طور پر کوئی وجود
رکھتے ہوں یا قوتوں کے نام سے اُن کو موسوم کیا جاوے یہ ایک ایسا اجماعی اعتقاد ہے
جو تمام گروہ فلاسفہ اس پر اتفاق رکھتے ہیں۔ اور آج تک کسی عقلمند نے اس اجماعی اعتقاد
سے انحراف اور انکار نہیں کیا۔ وجہ یہ کہ یہ بدیہی صداقتوں میں سے ایک اعلیٰ درجہ کی بدیہی
صداقت ہے جو اس شخص پر بکمال صفائی کھل سکتی ہے کہ جو اپنے نفس پر ایک منٹ کے

لئے اپنی توجہ اور غور کرے اور دیکھے کہ کیونکر نفس اس کا مختلف جذبات میں مبتلا ہوتا رہتا ہے اور کیونکر ایک دم میں کبھی زاہدانہ خیالات اس کے دل میں بھر جاتے ہیں اور کبھی رندانہ وساوس اس کو پکڑ لیتے ہیں۔ سو یہ ایک ایسی روشنی اور کھلی کھلی صداقت ہے جو ذوالعقول اس سے منکر نہیں ہو سکتے ہاں جو لوگ حیوانات کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور کبھی انھوں نے اپنے نفس کے حالات کی طرف توجہ نہیں کی ان کے دلوں میں اگر ایسے ایسے پوچ وساوس اٹھیں تو کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ بباعث نہایت درجہ کی غفلت اور کور باطنی کے قانون قدرت الٰہی سے بکلی بے خبر اور انسانی خواص اور کیفیات سے سراسر ناواقف ہیں اور اُن کے اس جہل مرکب کا بھی یہی علاج ہے کہ وہ ہمارے اس بیان کو غور سے پڑھیں تا کہ اُن کو کچھ ندامت حاصل ہو کہ کس قدر تعصب نے اُن کو مجبور کر رکھا ہے۔ کہ باوجود انسان کہلانے کے جو انسانیت کی عقل ہے اس سے بالکل خالی اور تہیدست ہیں اور ایسی اعلیٰ درجہ کی صداقتوں سے انکار کر رہی ہیں جنکو ایک دس برس کا بچہ بھی سمجھ سکتا ہے پھر بھی سائل اپنے سوال کے اخیر میں یہ شبہ پیش کرتا ہے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدم کو تسلی دی تھی کہ شیطان تجھ کو بہکا نہیں سکیگا لیکن اُسی قرآن میں لکھا ہے کہ شیطان نے آدم کو بہکایا یہ وسوسہ قلبی بھی سراسر قلّت فہم اور کور باطنی کی وجہ سے سائل کے دل میں پیدا ہوا ہے کیونکہ قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت نہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ شیطان آدم کو بہکانے اور گمراہ کرنیکا قصد نہیں کریگا۔ یا آدم اس کے بہکانے میں کبھی نہیں آئیگا۔ ہاں قرآن شریف میں ایسی آئتیں بکثرت پائی جاتی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے نیک بندے شیطان کے بہکانے سے ایسے وبال میں نہیں پڑتے جس سے اِن کا انجام بد ہو بلکہ حضرت خداوند کریم جلشانہٗ جلد تر اُن کا تدارک فرماتا ہے اور اپنے ظل حفاظت میں لے لیتا ہے سو ایسا ہی آدم کے حق میں اُس نے کہا کہ آدم صفی اللہ خلیفۃ اللہ ہے اس کا انجام ہرگز بد نہیں ہوگا اور خدا کے محبوب بندوں میں رہیگا۔ چنانچہ یہ امر ایسا ہی ظہور میں آیا اور خدا نے آخر میں بھی آدم کو ایسا ہی چن لیا جیسا کہ پہلے برگزیدہ تھا غرض یہ اعتراض معترض بھی سراسر تعصب اور جہالت پر مبنی ہے نہ عقلمندی اور انصاف

پر والسلام علی من اتبع الہدیٰ ۔ فقط

دیوسماج کے بانی مبانی پنڈت شونراین صاحب ستیانند اگنی ہوتری سے خط وکتابت

الہام ایک القاء غیبی ہے کہ جس کا حصول کسی طرح کی سوچ اور تردد اور تفکر اور تدبر پر موقوف نہیں ہوتا اور ایک واضح اور منکشف احساس سے کہ جیسے سامع کو متکلم سے یا مضروب کو ضارب سے یا ملموس کو لامس سے ہو محسوس ہوتا ہے ۔ اور اس سے نفس کو مثل حرکات فکریہ کے کوئی الم روحانی نہیں پہنچتا بلکہ جیسے عاشق اپنے معشوق کی رویت سے بلا تکلف انشراح اور انبساط پاتا ہے ویسا ہی روح کو الہام سے ایک ازلی اور قدیمی رابطہ ہے کہ جس سے روح لذت اٹھاتی ہے ۔ غرض یہ ایک منجانب اللہ اعلام لذیذ ہے کہ جس کو نفث فی الروع اور وحی بھی کہتے ہیں۔

دلیل لمّی نمبر اول الہام کی ضرورت پر

کوئی قانون عاصم ہمارے پاس ایسا نہیں ہے کہ جس کے ذریعہ سے ہم لزوماً غلطی سے بچ سکیں یہی باعث ہے کہ جن حکیموں نے قواعد منطق کے بنائے اور مسائل مناظرہ کے ایجاد کئے اور دلائل فلسفہ کے گھڑے وہ بھی غلطیوں میں ڈوبتے رہے ۔ اور صدہا طور کے باطل خیال اور جھوٹا فلسفہ اور نکمی باتیں اپنی نادانی کی یادگاریں چھوڑ گئے۔ پس اس سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اپنی ہی تحقیقات سے جمیع امور حقہ اور عقائد صحیحہ پر پہنچ جانا اور کہیں غلطی نہ کرنا ایک محال عادی ہے کیونکہ آج تک ہم نے کوئی فرد بشر ایسا نہیں دیکھا اور نہ سنا اور نہ کسی تاریخی کتاب میں لکھا ہوا پایا جو اپنی تمام نظر اور فکر میں سہو اور خطا سے معصوم ہو۔ پس بذریعہ قیاس استقرائی کے یہ صحیح اور سچا نتیجہ نکلتا ہے کہ وجود ایسے اشخاص کا کہ جنہوں نے صرف قانون قدرت میں غور اور فکر کرکے اور اپنے ذخیرہ کانشنس کو واقعات عالم سے مطابقت دیکر اپنی تحقیقات کو ایسے اعلیٰ پایہ صداقت پر پہنچا دیا ہو کہ جس میں غلطی

کا نکلنا غیر ممکن ہو۔ خود عادتاً غیر ممکن ہو۔

اب بعد اس کے جس امر میں آپ بحث کر سکتے ہیں اور جس بحث کا آپ کو حق پہنچتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے برخلاف ہمارے اس استقرا کے کوئی نظیر دکھیں ہمارے اصل استقرا کو توڑ دیں یعنی از روے وضع مستقیم مناظرہ کے جواب آپکا صرف اس امر میں محصور ہے کہ اگر آپ کی نظر میں ہمارا استقرا غیر صحیح ہے تو آپ بغرض ابطال ہمارے اس استقرا کے کوئی ایسا فرد کامل ارباب نظر اور فکر اور حدس میں سے پیش کریں کہ جس کی تمام رائیں اور فیصلوں اور جج منٹوں میں کوئی نقص نکالنا ہرگز ممکن نہو اور زبان اور قلم اس کی سہو و خطا سے بالکل معصوم ہیں تاہم بھی تو دیکھیں کہ وہ درحقیقت ایسا ہی معصوم ہے یا کیا حال ہے۔ اگر معصوم نکلیگا تو بیشک آپ سچے اور ہم جھوٹے ورنہ صاف ظاہر ہے کہ جس حالت میں خود انسان اپنے علم اور واقفیت سے غلطی سے بچ سکے اور نہ خدا (جو رحیم و کریم اور ہر ایک سہو و خطا سے مبرا اور ہر امر کی اصل حقیقت سے واقف ہے) بذریعہ اپنے سچے الہام کے اپنے بندوں کی مدد کرے تو پھر ہم عاجز بندے کیونکر ظلمات جہل اور خطا سے باہر آویں اور کیونکر آفات شک و شبہ سے نجات پائیں لہذا میں مستحکم رائے سے یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ مقتضائے حکمت اور رحمت اور بندہ پروری اُس قادر مطلق کا یہی ہے کہ وقتاً فوقتاً جب مصلحت دیکھے ایسے لوگوں کو پیدا کرتا رہے کہ عقائد حقہ کے جاننے اور اخلاق صحیحہ کے معلوم کرنے میں خدا کیطرف سے الہام پائیں اور تفہیم تعلیم کا ملکہ وہبی رکھیں تاکہ نفوس بشریہ کہ سچی ہدایت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اپنی سعادت مطلوبہ سے محروم نہ رہیں۔

(راقم آپکا نیاز مند غلام احمد عفی عنہ ۲۱ ـ مئی ۱۸۷۹ء)

مکرمی جناب مرزا صاحب

عنایت نامہ آپکا معہ مضمون پہنچا آپ نے الہام کی تعریف اور اس کی ضرورت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے افسوس ہے کہ میں اس سے اتفاق نہیں کر سکتا ہوں میرے اتفاق نہ کرنے کی جو جو وجوہات ہیں انھیں ذیل میں رقم کرتا ہوں :

اول ۔ آپ کی اس دلیل میں (جس کو آپ لمی قرار دیتے ہیں) علاوہ اس خیال کے کہ وہ

الہام کے لئے جس کو آپ معلول تصور کرتے ہیں علت ہوسکتی ہے یا نہیں ایک صریحًا غلطی ایسی پائی جاتی ہے کہ وہ واقعات کے خلاف ہے۔ مثلاً آپ ارقام فرماتے ہیں کہ "کوئی قانون عاصم ہمارے پاس ایسا نہیں ہے کہ جس کے ذریعہ سے ہم لزومًا غلطی سے بچ سکیں۔ اور یہی باعث ہے کہ جن حکیموں نے قواعد منطق کے بنائے اور رسائل مناظرے کے ایجاد کئے اور دلائل فلسفہ کے گھڑے وہ بھی غلطیوں میں ڈوبتے رہے۔ اور صد ہا طور کے باطل خیال اور جھوٹا فلسفہ اور نکمی باتیں اپنی نادانی کی یادگار چھوڑ گئے"! اس سے کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ انسان نے اپنی تحقیقات میں ہزاروں برس سے آج تک جو کچھ مغز زنی کی ہے اور اس میں ہاتھ پیر مارے ہیں اس میں بجز باطل خیال اور جھوٹا فلسفہ اور نکمی باتوں کے کوئی صحیح خیال اور کوئی راست اور حق امر باقی نہیں چھوڑا گیا ہے؟ یا اب جو محقق نیچر کی تحقیقات میں مصروف ہیں وہ صرف "نادانی کے ذخیرہ کو زیادہ کرتے ہیں۔ اور حق امر پر پہنچنے سے قطعی مجبور ہیں"؟ اگر آپ ان سوالوں کا جواب نفی میں نہ دیں تو صاف ظاہر ہے کہ آپ سینکڑوں علوم اور اُن کے متعلق ہزاروں باتوں کی راست اور صحیح معلومات سے دنیا کی ہر ایک قوم کم و بیش مستفید ہو رہی ہے۔ صریحًا انکار کرتے ہیں۔ مگر میں یقین کرتا ہوں کہ شاید آپ کا یہ مطلب نہ ہوگا اور اس بیان سے غالبًا آپ کی یہ مراد ہوگی کہ انسان سے اپنی تحقیقات اور معلومات میں سہو اور خطا کا ہونا ممکن ہے۔ مگر یہ نہیں کہ نیچر نے انسان کو فی ذاتہ ایسا بنایا ہے کہ جس سے وہ کوئی معلومات صحت کیسا تھ حاصل ہی نہیں کرسکتا ہے۔ کیونکہ ایسے اشخاص آپ نے خود دیکھے اور سُنے ہونگے اور نیز تاریخ میں ایسے لوگوں کا ذکر پڑھا ہوگا کہ جو "اپنی تمام نظر اور فکر میں" اگرچہ آپ کے نزدیک سہو اور خطا سے معصوم نہوں مگر بہت سی باتوں میں اُن کی معلومات قطعی راست اور درست ثابت ہوئی ہے اور صد ہا امور کی تحقیقات جو پچھلے اور حال کے زمانہ میں وقوع میں آئی ہے اس میں غلطی کا نکلنا قطعی غیر ممکن ہے اور اس بیان کی تصدیق آپ علوم طبعی ریاضی اور اخلاقی وغیرہ کے متعلق صدہا معلومات میں بخوبی کرسکتے ہیں۔

کل معلومات جو انسان آج تک حاصل کرچکا ہے اور نیز آئندہ حاصل کریگا اس کے حصول کا کُل سامان

ہر فرد بشر میں نیچر نے مہیا کر دیا ہے۔ اب اس سامان کو انسان فرداً فرداً اور نیز بہیئت مجموعی جس قدر اپنی محنت اور جانفشانی سے روز بروز زیادہ سے زیادہ نفیس اور طاقتور بنانے کے ساتھ ترقی کی صورت میں لاتا جاتا ہے اور جسقدر اس کے مناسب استعمال کی تمیز پیدا کرتا جاتا ہے اسیقدر وہ نیچر کی تحقیقات میں زیادہ سے زیادہ تر صحت کے ساتھ اپنی معلومات کے حصول میں کامیاب ہوتا جاتا ہے۔

اس مختصر بیان سے میں یقین کرتا ہوں کہ آپ اسبات کے تسلیم کرنے سے انکار نہ کرینگے کہ انسان سے اپنی تحقیقات میں اگرچہ غلطی کرنا ممکنات سے ہے مگر یہ نہیں کہ ہر ایک معلومات میں اس کے غلطی موجود ہے بلکہ بہت کچھ معلومات اس کی صحیح ہیں اور ظاہر ہے کہ جن معلومات میں اس کی غلطی موجود نہیں ہے وہ جس قاعدہ یا طریق کے برتاؤ کے ساتھ ظہور میں آئی ہے وہ بھی غلطی سے مبرا تھا کیونکہ غلط قاعدہ کے عملدرامد سے کبھی کوئی صحیح نتیجہ برآمد نہیں ہوتا ہے پس جو معلومات اس کی صحیح ہے اس میں اسے حقیقت کے حصول کے لیے جو سامان نیچر نے اُسے عطا کیا تھا اس کا صحیح اور مناسب استعمال ظہور میں آیا مگر جہاں اس نے اپنی معلومات میں غلطی کھائی ہے وہاں اس کی مناسب نگہداشت نہیں ہوئی گویا ایک شخص جس کے پاس دوربین موجود ہے اور اُس کی نلی بھی وہ کھولنا جانتا ہے مگر ٹھیک فوکس نہ پیدا کرنیکے باعث جس طرح مقابل کی شے کو یا تو دیکھنے سے محروم رہتا ہے یا بشرط دیکھنے کے صاف اور اصلی حالتیں نہیں دیکھ سکتا ہے۔ ایک شخص اسی طرح اپنی تحقیقات میں حسب مذکورہ بالا نیچری سامان کی دوربین کھولتے وقت مناسب درجہ کے فوکس میں قائم کرنے سے رہجاتا ہے تو وہ یا تو حقیقت کی تصویر کے دیکھنے سے ہی محروم رہجاتا ہے یا وہ تصویر جیسی ہے ویسی نہیں دیکھ سکتا ؛ مگر جو شخص برخلاف اس شخص کے

؛ دنیا میں جیسے ہاتھ پیر اور صحت بدنی رکھتے ہوئے بھی ہزاروں اور لاکھوں اشخاص بلا مشقت سستی اور کاہلی کیساتھ ہی شکم پوری کرنیکو مستعد رہتے ہیں ویسے ہی معلومات کے متعلق بھی لاکھوں اور کروڑوں اشخاص باوجود تحقیقات کیلئے نیچری سامان سے مشرف ہونے کے پھر اپنے دماغ کو پریشان کرنا نہیں چاہتے ہیں اور جن باتوں کی اصلیت کو اپنے تھوڑے سے فکر سے بھی معلوم کر سکتے ہیں انکے لئے بھی خود تکلیف اُٹھانا نہیں چاہتے ہیں اور بعض اندھوں کی طرح ایک کی ہی تقلید کیساتھ مطلب براری کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ دنیا میں آجتک ایک کی غلطی لاکھوں اور کروڑوں روحوں پر موثر دیکھی جاتی ہے۔

صحیح نوکس کے پیدا کرنیکے قابل ہوتا ہے وہ پہلے شخص کی غلطی کو دریافت کرلیتا ہے اور حق الامر کو پہنچ جاتا ہے ؎

اب اس بیان سے (کہ جو نہایت سیدھا اور صاف ہے) یہ بخوبی ثابت ہے کہ اول تو انسان بعض صورتوں میں اپنے نیچری سامان کے مناسب استعمال کیساتھ پہلے ہی حق امر کو دریافت کرلیتا ہے دوم بشرط مناسب استعمال میں نہ لانے یا نہ لاسکنے کے اگر غلطی کھاتا ہے تو کوئی دوسرا جسے اس کے ٹھیک استعمال کا موقع مل جاتا ہے وہ اس غلطی کو رفع کردیتا ہے چنانچہ انسانی معلومات کی کل تاریخ اس قسم کے دلچسپ سلسلہ سے پُر ہے اور اس سلسلہ میں جو ہزاروں برس کا تجربہ ظاہر کرتا ہے کسی محقق کے لئے اس نتیجہ پر پہنچنا بہت دشوار نہیں رہتا ہے کہ انسان فی ذاتہ تمام ضروری اعضاء جسمانی اور قواعد دماغی و اخلاقی سے مشرف ہوکر اس دُنیا میں (جو اس کے تمام نیچر کے حسب حال اور باہمی ربط و علاقہ کے ساتھ وابستہ کی گئی ہے) آپ اپنا راستہ ڈھونڈھے - اور خود اپنی جسمانی روحانی بھلائی اور بہتری کے وسائل کا علم حاصل کرے - اور فائدہ اُٹھائے -

پس اس قانون قدرت کو پس انداز کرکے یا حکیم حقیقی کی دانائی کے خلاف اگر ہم ایک فرضی دلیل قائم کریں کہ چونکہ انسان کو اپنے چاروں طرف دیکھنا ضروریات سے ہے اور دیکھنے کیلئے جو دو آنکھیں اس کے چہرے پر قائم کی گئی ہیں وہ جس وقت سامنے کی اشیاء کے دیکھنے میں مصروف ہوتی ہیں اُس وقت پیچھے سے اُس کے اگر اُس کی ہلاکت کا سامان کیا گیا ہو تو وہ بشرط آگے کی دو ہی آنکھوں کے ہونیکے ضرور ہے کہ پیچھے حال کے دیکھنے سے محروم رہے پس ممکن نہ تھا کہ خدا جو رحیم اور کریم اور حکیم ہے وہ اسے سر کے پیچھے کی طرف بھی دو آنکھیں ایسی عطا نہ کرتا کہ جس سے وہ مذکورہ بالا خطرہ سے نجات پانے کی تدبیر کرسکتا - پس جبکہ سر کے پیچھے کی طرف دو آنکھوں کے ہونے کی ضرورت ہے لہذا لازم ہوا کہ خدا اپنے بندوں کی مزید حفاظت کی غرض سے ایسی آنکھیں عطا کرے یا اسی قسم کی ایک اور دلیل ہم یہ قائم کریں کہ چونکہ انسان کی عقل خطا کرتی ہے اور اسے یہ علم بھی آجتک حاصل نہیں ہے کہ بمبئی سے جس جہاز پر وہ ولایت کو روانہ ہوتا ہے اس کی روانگی کی تاریخ سے ہفتہ یا ڈیڑھ ہفتہ بعد جو خطرناک طوفان سمندر

میں آنیوالا ہے اور جس میں اس کا جہاز غرق ہونے کو ہے اسے پہلے سے جان سکے۔ پس جس حالت میں نہ خود انسان اپنے علم اور واقفیت سے اپنے تئیں طوفان کے مہلک اور خوفناک اثر سے محفوظ کر سکتا ہے اور وہ خدا (جو رحیم و کریم اور ہر ایک سہو و خطا سے مبرا اور ہر امر کی حقیقت پر واقف ہے) بذریعہ اپنے رِخ کے پیغام کے فوراً اپنے بندوں کی مدد کرے۔ تو پھر ہم عاجز بندے کیونکر اپنی جان کو ہلاکت کے طوفان سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ پس مقتضائے حکمت اور رحمت اور بندہ پروری اُس قادر مطلق کا یہی ہے کہ وقتاً فوقتاً وہ ہمکو طوفان کے آنیکی اس قدر عرصہ پہلے سے خبر دیتا رہے کہ جس سے ہمیں اپنے اور اپنے جہاز کے بچانیکا موقع مل سکے ؛

اب ظاہر ہے کہ جو لوگ حقیقت کے سمجھنے کا کافی ملکہ رکھتے ہیں اور منطق کے اصول کا بخوبی علم رکھتے ہیں وہ ہماری ان دونوں دلیلوں کو قطعی لنگڑی اور بے بنیاد خیال کرینگے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اول دونوں دلیلوں میں "ضرورت" کا جو کچھ قیاس قائم کیا گیا ہے جسے ہم نے اپنے نتیجہ کی علت قرار دیا ہے وہ محض ہمارا ایک وہمی اور فرضی قیاس ہے قوانین نیچر سے اُس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ ہم اُلٹا قوانین نیچر کو پس انداز کر کے خدا کی خود دانائی پر حاشیہ چڑھاتے ہیں۔ دوم چونکہ ہماری علت فرضی ہوتی ہے پس اس سے جو نتیجہ ہم قائم کرتے ہیں وہ بھی فرضی ہوتا ہے۔ اور واقعات نیچری خود اس کی تردید کرتے ہیں۔ چنانچہ جیسی پہلی مثال کے متعلق ہمارا نتیجہ واقعات کے خلاف ہے۔ اور درحقیقت انسان کے سر کے پیچھے دو آنکھیں اور زائد قائم نہیں کی گئیں ویسے ہی دوسری مثال میں بھی باوجود اس کے کہ سینکڑوں جہاز آجتک سمندر میں غرق ہو چکے ہیں اور ہزاروں اور لاکھوں جانیں اُن کے ساتھ ضائع ہو چکی ہیں مگر آجتک خدا نے کسی جہاز والے کے پاس کوئی رِخ کا پیغام اس قسم کا نہیں بھیجا جس کا دوسری مثال میں ذکر ہوا ہے پس دونوں صورتوں میں ہماری "ضرورت" کا قیاس خدا کی دانائی یا قوانین قدرت کے موافق نہ تھا اس لئے اس کا نتیجہ بھی خدا کی حکمت کے خلاف ہونے کے باعث نیچر کے واقعات سے تصدیق نہ پا سکا۔ اور محض فرضی ثابت ہوا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ آپنے اپنے الہام کی ضرورت پر جو دلیل پیش کی ہے وہ بعینہ ہماری دونوں دلیلوں

کے متشابہ ہے۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ جس حالت میں نہ خود انسان اپنے علم اور وقفیت سے غلطی٭٭ سے بچ سکتے اور نہ خدا (جو رحیم و کریم اور ہر ایک سہو اور خطا سے مبرا اور ہر امر کی اصل حقیقت پر واقف ہے۔) بذریعہ اپنے سچے الہام کے اپنے بندوں کی مدد کرے۔ تو پھر ہم عاجز بندے کیونکر ظلمات جہل اور خطا سے باہر آویں اور کس طرح آفات شک و شبہ سے نجات پائیں لہذا میں مستحکم رائے سے یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ مقتضائے حکمت اور رحمت اور بندہ پروری اس قادر مطلق کا یہی ہے کہ وقتاً فوقتاً جب مصلحت دیکھے ایسے لوگوں کو پیدا کرتا رہے کہ عقائد حقہ کے جاننے اور اخلاق صحیحہ کے معلوم کرنے میں خدا کی طرف سے الہام پاویں"

پس جس صورت میں آپ کی اس دلیل میں بھی "ضرورت کا قیاس مثل ہماری دونوں دلیلوں کے ہے اور قوانین نیچر اس کی تصدیق کرنے سے انکاری ہیں تو پھر ایسا قیاس بجز فرضی اور وہمی ہونیکے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم خود تو بات بات میں ایسی سینکڑوں ضرورتیں قائم کر سکتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ خدا کی حکمت بھی ہماری فرضی ضرورتوں کو تسلیم کرتی ہے یا نہیں؟ محققوں کے نزدیک وہی "ضرورت" "ضرورت" ہو سکتی ہے جسکو نیچر یا خدا کی حکمت نے قائم کیا ہو۔ جیسے ہماری بھوک کے دفعیہ کے لئے غذا اور سانس لینے کے لئے ہوا کی ضرورت ہماری فرضی نہیں بلکہ نیچری ہے اور اسی لئے اُس کا ذخیرہ بھی انسان کی زندگی کے لئے اُس نے فراہم کر دیا ہے۔ مگر جو ضرورت کہ نیچر کے نزدیک قابل تسلیم نہیں ہے اور اُسے خود ہم اپنے وہم سے قائم کرتے ہیں وہ ایک طرف جس طور پر محض فرضی ہوتی ہے دوسری طرف اُسی طور پر اُسے علت ٹھہرا کر جو نتیجہ قائم کرتے ہیں وہ بھی فرضی ہونے کے باعث واقعات کے ساتھ مطابق نہیں ہوتا ہے اور یہ صورت ہم نے اپنی مثالوں میں بخوبی ظاہر کر دی ہے۔

دوم اثبات کی نسبت کہ آپ نے الہام کی تعریف میں جو کچھ عبارت رقم کی ہے اُس کا آپ کی دلیل سے کہاں تک ربط ہے۔ اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ جس حالتیں آپ نے

٭٭ کل حالتوں میں انسان "اپنے علم اور وقفیت" میں غلطی نہیں کرتا ہے۔ ایڈیٹر برادر ہند

آپ نے اپنے الہام کی کل بنیاد جس "ضرورت" پر قائم کی ہے درحقیقت وہ ضرورت جبکہ خود بے بنیاد ہے یعنی نیچر کے نزدیک وہ ضرورت قابل تسلیم نہیں ہے تو پھر اگر یہ بھی مانا جاوے کہ جو عمارت آپ نے کسی اپنی بنیاد پر کھڑی کی ہے وہ اچھے مصالحہ کے ساتھ بھی تعمیر کی ہے تاہم وہ بے بنیاد ہونیکے باعث بجز وہم کے اور کہیں نہیں ٹھہر سکتی۔ اور جیسے اس کی بنیاد فرضی ہے ویسے ہی وہ بھی آخر کار فرضی رہتی ہے۔

الہام کے اس غلط عقیدہ کے باعث دنیا میں لوگوں کو جسقدر نقصان پہنچا ہے اور جس قدر خرابیاں برپا ہوئی ہیں اور انسانی ترقی کو جسقدر روک پہنچی ہے اس کے ذکر کرنے کو اگرچہ میرا دل چاہتا ہے مگر چونکہ امر متنازعہ سے اُس کا اسوقت کچھ علاقہ نہیں ہے اس لئے اس کا بیان یہاں پر ملتوی رکھتا ہوں۔ لاہور۔ ۳۔ جون ۱۸۷۹ء

آپکا نیازمند شیو نرائن۔ اگنی ہوتری

مکرمی جناب پنڈت صاحب

آپکا عنایت نامہ عین انتظار کے وقت میں پہنچا۔ کمال افسوس سے لکھتا ہوں جو آپکو تکلیف بھی ہوئی اور مجھ کو جواب بھی کچھ صحیح نہ ملا۔ میرے سوال کا تو یہ ماحصل تھا کہ جبکہ ہماری نجات دکھ جس کے وسائل کا تلاش کرنا آپ کے نزدیک بھی ضروری ہے عقائد حقہ اور اخلاق صحیحہ اور اعمال حسنہ کے دریافت کرنے پر موقوف ہے کہ جن میں امور باطلہ کی ہرگز آمیزش نہو تو اس صورت میں ہم بجز اس کے کہ ہمارے علوم دینیہ اور معارف شرعیہ ایسے طریق محفوظ سے لئے گئے ہوں جو دخل مفاسد اور منکرات سے بکلی معصوم ہو اور کسی طریق سے نجات نہیں پاسکتے۔ اس کے جواب میں اگر آپ وضع استقامت پر چلتے اور دواب مناظرہ کو مرعی رکھتے تو از روے حصر عقلی کے جواب آپکا (اور حالت انکار) صرف تین باتوں میں سے کسی ایک بات میں محصور ہوتا۔ **اول** یہ کہ آپ سرے سے نجات کا ہی انکار کرتے اور اس کے وسائل کو مفقود الوجود اور ممتنع الحصول ٹھہراتے اور اس کی ضرورت کو چار آنکھوں کی ضرورت کی طرح صرف ایک طمع خام سمجھتے۔ **دوم** یہ کہ نجات کے قائل ہوتے لیکن اس کے حصول کے لئے عقائد اور اعمال کا ہر ایک کذب اور فساد سے پاک ہونا ضروری نجانتے

بلکہ محض باطل یا امور مخلوطہ حق اور باطل کو بھی موجب نجات کا قرار دیتے۔ سوم یہ کہ حصول نجات کو صرف حق محض سے ہی (جو امتزاج باطل سے بکلی منزہ ہو) مشروط رکھتے۔ اور یہ دعویٰ کرتے کہ طریقہ مجوزہ عقل کا حق محض ہی ہے۔ اور اس صورت میں لازم تھا کہ بغرض اثبات اپنے اس دعوے کے ہمارے قیاس استقرائی کو (جو حجت کی اقسام ثلثہ میں سے تیسری قسم ہے جس کو مضمون سابق میں پیش کر چکے ہیں) کوئی نظیر معصوم عن الخطا ہونے کسی عاقل کے پیش کر کے اور اس کے علوم نظریہ عقلیہ میں سے کوئی تصنیف دکھلا کر توڑ دیتے پھر اگر حقیقت میں ہمارا قیاس استقرائی ٹوٹ جاتا اور ہم اس تصنیف کی کوئی غلطی نکالنے سے عاجز ہو جاتے تو آپ کی ہمہ خاصی ڈگری ہو جاتی۔ مگر افسوس کہ آپ نے ایسا نہ کیا ہزاروں مصنفوں کا ذکر تو کیا مگر نام ایک کا بھی نہ لیا اور نہ اس کی کسی عقلی نظری تصنیف کا کچھ حوالہ دیا۔ اب اس تکلیف دہی سے میری غرض یہ ہے کہ اگر الہام کی حقیقت میں جناب کو ہنوز کچھ تامل ہے تو بغرض قائم کرنے ایک مسلک بحث کے شقوق ثلثہ متذکرہ بالا میں سے کسی ایک شق کو اختیار کیجیے بعد پھر اس کا ثبوت دیجیے کیونکہ جب میں ضرورت الہام پر حجت قائم کر چکا تو از روئے قانون مناظرہ کے آپ کا یہی منصب ہے جو آپ کسی حیلہ قانونی سے اس حجت کو توڑ دیں۔ اور جیسا میں عرض کر چکا ہوں اس حیلہ انگیزی کے لئے آپ کے پاس صرف تین ہی طریق ہیں جن میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے میں آپ قانوناً مجاز ہیں۔ اور یہ بات خاطر مبارک پر واضح رہے کہ ہم کو اس بحث سے صرف اظہار حق منظور ہے۔ تعصب اور نفسانیت جو سفہا کا طریقہ ہے ہرگز ہم کو خاطر نہیں ہے بدلی محبت سے دوستانہ یہ بحث آپ سے کرتا ہوں اور دوستانہ راست طبعی کے جواب کا منتظر ہوں۔ (راقم آپکا نیاز مند غلام احمد عفی عنہ ۵۔ جون ۱۸۷۹ء

مکرمی جناب مرزا صاحب

آپ کا عنایت نامہ مرقومہ پانچویں ماہ حال مجھے ملا۔ نہایت افسوس ہے کہ میں نے آپ کے الہام کے بارے میں جو کچھ بطور جواب لکھا تھا اس سے آپ تشفی حاصل نہ کر سکے۔ میرا افسوس اور بھی زیادہ بڑھتا جاتا ہے کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے میرے جواب کے عدم تسلیم کی نسبت کوئی صاف اور معقول وجہ بھی تحریر نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

آپ نے اُس کے پڑھنے اور سمجھنے میں غور اور فکر کو دخل نہیں دیا۔

پھر آپ کے اس عنایت نامہ میں ایک اور لطف یہ موجود ہے کہ آپ ایک جگہ پر قائم رہتے معلوم نہیں ہوتے۔ پہلے آپ نے الہام کی ضرورت اس دلیل کیساتھ قائم کی کہ چونکہ انسان کی عقل حقیقت کے معلوم کرنے میں عاجز ہے اور وہ اپنی تحقیقات میں خطا کرتی ہے پس ضرور ہے کہ انسان خدا کی طرف سے الہام پاوے۔ میں نے جب آپ کی اس ضرورت کو فرضی ثابت کر دیا اور دکھلا دیا کہ خدا کی حکمت اس ضرورت کو تسلیم نہیں کرتی ہے تو آپ نے پہلے مقام کو چھوڑ کر اب دوسری طرف کا راستہ لیا۔ اور بجائے ہماری تحریر کے تسلیم کرنے یا بالشرط اعتراض کسی معقول حجت کے پیش کرنے کے اب اُس سلسلہ کو نجات کے مسئلہ کے ساتھ آلپٹا۔ یعنی اصل بحث کو جو الہام کی اصلیت پر تھی اُسے چھوڑ کر نجات کے مسئلہ کو لے بیٹھے اور اب اس نئے قضیہ کے ساتھ ایک نئی بحث کے اصولوں کو قائم کرنے لگے۔ پھر اس پر ایک طرفہ یہ ہے کہ آپ اخیر خط میں لکھتے ہیں کہ "اگر الہام کی حقیت میں جناب کو ہنوز کچھ تامل ہے تو بغرض قائم کرنے ایک مسلک بحث شقوق ثلثہ متذکرہ بالا میں سے کسی ایک شق کو اختیار کیجئے اور پھر اس کا ثبوت دیجئے کیونکہ جب میں ضرورت الہام پر حجت قائم کر چکا تو اب از روئے قانون مناظرہ کے آپ کا بھی منصب ہے جو آپ کسی حیلہ قانونی سے اس حجت کو توڑ دیں"۔ گویا ایک نہ شد دو شد آپ نے ضرورت الہام پر جو حجت قائم کی تھی وہ تو جناب من میں ایک دفعہ توڑ چکا اور اس فرضی ضرورت پر جو عمارت الہام کی آپ نے قائم کی تھی اسے بے بنیاد ٹھہرا چکا۔ مگر افسوس ہے ایک عرصہ دراز کی عادت کے باعث اُس کی تصویر ہنوز آپکی نظروں میں سمائی ہوئی ہے۔ اور وہ عادت باوجود اس کے کہ آپ کو "اس بحث سے صرف اظہار حق منظور ہے" مگر پھر آپ کو حقیقت کے پاس پہنچنے میں سد راہ ہے۔ تحقیق حق اُس وقت تک اپنا قدم نہیں جما سکتی ہے جبتک کہ ایک خیال جو عادت میں داخل ہو گیا ہے اُس کو ایک دوسری عادت کے ساتھ جدا کرنے کی مشق حاصل نہ کی جائے کسی عیسائی کا ایک چھوٹا سا لڑکا بھی گنگا کے پانی کو صرف دریا کا پانی سمجھتا ہے اور اس سے زیادہ گناہ سے نجات وغیرہ

کا خیال اس سے متعلق نہیں کرتا مگر ایک پرانے خیال کے معتقد بڈھے ہندو کے نزدیک اس پانی میں ایک غوطہ مارنے سے انسان کے کل گناہ دفع ہو جاتے ہیں۔ ایک عیسائی کے نزدیک خدا کی تثلیث برحق ہے۔ مگر ایک مسلمان یا برا ہمو کے نزدیک وہ بالکل لغو ہے۔ اگر کسی ایسے ہندو یا عیسائی سے بحث کر کے اس کے خیال کی لغویت کو ظاہر بھی کر دو (کہ جس کا ظاہر کرنا کچھ مشکل بات نہیں) مگر وہ اس کی لغویت کو تسلیم نہیں کرتا ہے حتی کہ جب جواب سے عاجز آتا ہے تو یہ کہنا کہ گو میں ٹھیک جواب نہیں دے سکتا ہوں مگر میں اُس کا قائل ہوں اور دل سے اُسے ٹھیک جانتا ہوں" یہ دل کی گواہی اس کی وہی عادت ہے کہ جو حکماء کے نزدیک طبیعت ثانی کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ پس جس الہام کے آپ قائل ہیں اس کی بھی وہی کیفیت ہے۔ آپ کے نزدیک ایک عرصہ دراز کی عادت کے باعث وہ خیال ایسا پختہ اور صحیح ہو گیا ہے کہ آپ اس کے مخالف ہماری مضبوط سے مضبوط دلیل بھی قابل اطمینان نہیں پاتے ہیں اور جب ایک طرف سے اپنی دلیل کو کمزور دیکھتے ہیں تو دوسری طرف بدل کر چل دیتے ہیں۔ اس طور پر فیصلہ ہونا محال ہے۔ آج تک کسی سے ہوا بھی نہیں اور نہ آئندہ ہونے کی اُمید ہے۔

آپ مجھ سے اُن مصنفوں کے نام طلب کرتے ہیں جن کی تصنیف یا تحقیقات میں غلطی نہیں ہے حالانکہ جن علوم کا میں نے ذکر کیا تھا اُن کے جاننے والوں کے نزدیک اُنکی تصنیف کی کیفیت پوشیدہ نہیں ہے کیا آپ نے علم ریاضی کی تصنیفات خود ملاحظہ نہیں کی ہیں؟ کیا علم طبیعات کی کتب آپکی نظر سے نہیں گذری ہیں؟ بیشک جدید تصنیفات جو انگریزی سے فارسی یا عربی میں ترجمہ نہیں ہوئیں شاید اُن کی کیفیت آپ سے پوشیدہ ہو مگر بعض یونانیوں کی تصنیف مثل اقلیدس کے علم ہندسہ وغیرہ سے غالباً آپ واقفیت رکھتے ہونگے اور ظاہر ہے کہ علم ہندسہ کے راست اور صحیح ہونے میں آجتک دنیا میں کسی عالم کو خواہ (وہ الہام کا مقر ہو یا منکر خدا پرست ہو یا دہریہ) کلام نہیں ہے۔ اگر آپ کی رائے میں وہ درست نہو تو آپ براہ مہربانی مجھکو اس کی غلطیوں سے مطلع فرمائیں۔

پھر آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ میں نے آپ کے مضمون کے جواب دینے میں داب مناظرہ کو

مرعی نہیں رکھا۔ اس کے جواب میں میں صرف اس قدر عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ جس وقت میری اور آپ کی کل تحریریں رسالہ برادر ہند میں مشتہر کی جاویگی اُس وقت انصاف پسند ناظرین خود ہی تصفیہ کر لینگے۔ آپ کا یہ فرمانا صحیح ہے یا غیر صحیح۔

اگر آپ لکھیں تو اگلے مہینہ کے رسالہ میں اس بحث کو مشتہر کرنا شروع کر دوں۔

لاہور ۲۱۔ جون ۱۸۷۹ء۔ آپکا نیاز مند شیو نارائن اگنی ہوتری

مکرمی جناب پنڈت صاحب

آپ کا مہربانی نامہ عین اُس وقت میں پہنچا کہ جب میں بعض ضروری مقدمات کے لئے امرتسر کی طرف جانے کو تھا۔ چونکہ اس وقت مجھے دو گھنٹہ کی بھی فرصت نہیں اس لئے آپ کا جواب واپس آکر لکھونگا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ تین روز نہایت درجہ چار روز کے بعد واپس آجاؤنگا۔ اور پھر آتے ہی جواب لکھ کر خدمت گرامی میں ارسال کرونگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ مضامین برادر ہند میں درج ہونگے۔ مگر میری صلاح یہ ہے کہ ان مضامین کیساتھ دو ثالثوں کی رائے بھی بعد اندراج یاد ہیں مگر اب مشکل یہ کہ ثالث کہاں سے لاویں ناچار یہی تجویز خوب ہے کہ آپ ایک فاضل نامی گرامی صاحب تالیف و تصنیف کا برہمو سماج کے فضلاء میں سے منتخب کر کے اطلاع دیں جو ایک خدا ترس اور رفروتن اور محقق اور بے نفس اور بے تعصب ہو اور ایک انگریز کہ جس کی قوم کی زیرکی بلکہ بے نظیری کے آپ قائل ہیں انتخاب فرما کر اس سے بھی اطلاع بخشیں تو غالب ہے کہ میں ان دونوں کو منظور کرونگا۔ اور میں نے بطور سرسری اشتباہ ہے کہ آپ کے برہمو سماج میں ایک صاحب کیشب چندر نام لئیق اور دانا آدمی ہیں اگر یہی سچ ہے تو وہی منظور ہیں اُن کے ساتھ ایک انگریز کر دیجئے۔ مگر منصفوں کو یہ اختیار نہوگا کہ صرف اتنا ہی لکھیں کہ ہماری رائے میں یہ ہے یا وہ ہے بلکہ ہر ایک فریق کی دلیل کو اپنے بیان سے توڑنا یا بحال رکھنا ہوگا۔ دوسرے یہ مناسب ہے کہ اس مضمون کو رسالہ میں متفرق طور پر درج نہ کیا جائے کہ اس میں منصف کو دوسرے نمبروں کا مدت دراز تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ مناسب ہے کہ یہ سارا مضمون ایک ہی دفعہ برادر ہند میں درج ہو یعنی تین تحریریں ہماری طرف سے اور تین ہی آپ کی طرف سے ہوں۔

اور ما بین دونوں منصفوں کی مفصل رائے درج ہو۔ اور اگر آپ کی نظر میں اب کی دفعہ
منصفوں کی رائے درج کرنا کچھ دقت ہو تو پھر اس صورت میں یہ بہتر ہے کہ جب میں
بفضلہ تعالیٰ امرتسر سے واپس آ کر تحریر ثالث آپ کے پاس بھیجدوں تو آپ بھی اُس پر
کچھ مختصر تحریر کر کے تینوں تحریریں یکدفعہ چھاپدیں اور ان تحریروں کے اخیر میں یہ بھی لکھا
جائے کہ فلاں فلاں منصف صاحب اس پر اپنا اپنا موجہ رائے تحریر فرمائیں اور پھر وہ جلدیں
اس رسالہ کی منصفوں کی خدمت میں بھیجی جائیں آئندہ جیسے آپ کی مرضی ہو اس سے
اطلاع بخشیں اور جلد اطلاع بخشیں اور میں نے چلتے چلتے جلدی سے یہ خط لکھ ڈالا ہے
کمی بیشی الفاظ سے معاف فرمائیں

راقم آپکا نیاز مند غلام احمدؐ عفی عنہٗ ۱۷۔جون ۱۸۷۹ء

نوٹ

ابھی تک مجھے پنڈت شونراین صاحب اگنی ہوتری کے متعلق
اسیقدر خطوط ملے ہیں۔ اس آخری خط سے معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کوئی مفصل خط لکھا
ہے اگر اس کتاب کے طبع ہو جانے تک مجھے وہ
خط بھی میسر آ گیا تو انشاء اللہ العزیز اسی
کتاب میں درج ہو جائیگا۔ و باللہ
التوفیق۔

خاکسار

یعقوب علی تراب

احمدی

پنڈت لیکھرام صاحب آریہ مسافر کشتہ اعجاز مسیحائی کے نام

پنڈت لیکھرام صاحب آریہ مسافر کا نام مشہور ہے - یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اپنی قضاوقدر کے متعلق نشان مانگا تھا اور آخر خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندہ کو اطلاع دی اور ایک پیشگوئی اس کے متعلق شائع کی گئی کہ ۶ سال کے اندر وہ ایک خارق عادت عذاب سے ہلاک ہوگا - عذاب کی نوعیت بھی اشتہار مذکور میں ظاہر کی گئی تھی جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے ؎

الا اے دشمن نادان و بے راہ ✤ بترس از تیغ براّن محمد

فرمودہ الٰہی کے موافق ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو یہ پیشگوئی پوری ہوگئی - اس پیشگوئی کی تفصیل اور تشریح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں درج ہے یہاں مجھے اس کی مزید تصریح کی ضرورت نہیں - صرف اس مقصد کے لئے یہ نوٹ لکھدیا ہے کہ تاکہ پڑھنے والوں کو ایک سرسری علم پنڈت لیکھرام صاحب کشتہ اعجاز مسیحائی کے متعلق ہو جاوے وہ اشتہار جو حضرت مسیح موعود نے مختلف لیڈران مذاہب کے نام بغرض مقابلہ روحانی دیا تھا جس کے لئے پنڈت اندرمن مراد آبادی نے آمادگی ظاہر کی تھی اور بالآخر جب روپیہ اس کے پاس بھیجا گیا تو وہ لاہور سے بھاگ گئے اسی اشتہار کے سلسلہ میں پنڈت لیکھرام صاحب نے بھی نشان بینی کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا اور خط و کتابت شروع کی چنانچہ اس سلسلہ میں جو خطوط حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پنڈت لیکھرام صاحب کو لکھے وہ انشاء اللہ العزیز ذیل میں درج ہونگے -

یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ ان خطوط کے اندراج میں کسی خاص ترتیب کو مد نظر نہیں رکھا گیا - بلکہ صرف جمع کر دینا زیر نظر ہے -

(یعقوب علی عفی اللہ عنہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از عاید باللہ الصمد غلام احمد بطرف پنڈت صاحب۔ بعد ما وجب۔ آپکا خط ملا آپ لکھتے ہیں کہ خط مطبوعہ مطبع مرتضائی لاہوری مطالعہ سے گذرا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک یہ خط آپ نے مطالعہ نہیں کیا کیونکہ تحریر آپ کی شرائط مندرجہ خط مذکورہ بالا سے بکلی برعکس ہے اول اس عاجز نے اپنے خط مطبوعہ کے مخاطب وہ لوگ ٹھہرائے ہیں کہ جو اپنی قوم میں معزز علماء اور مشہور اور مقتدا ہیں جن کا ہدایت پانا ایک گروہ کثیر پر موثر ہو سکتا ہے۔ مگر آپ اس حیثیت اور مرتبہ کے آدمی نہیں ہیں اگر میں نے اس رائے میں غلطی کی ہے اور آپ فی الحقیقت مقتدا و پیشوائے قوم ہیں تو بہت خوب میں زیادہ تر آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتا صرف اتنا کریں کہ پانچ آریہ سماج میں یعنی آریہ سماج قادیان۔ آریہ سماج لاہور۔ آریہ سماج پشاور آریہ سماج امرتسر۔ آریہ سماج لودہیانہ میں جس قدر ممبر ہیں سب کی طرف سے ایک اقرار نامہ حلفاً اس مضمون کا پیش کریں کہ جو پنڈت لیکھرام صاحب ہم سب لوگوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ اگر اس مقابلہ میں مغلوب ہو جائینگے اور کوئی نشان آسمانی دیکھ لیں تو ہم سب لوگ بلا توقف شرف اسلام سے مشرف ہو جائینگے۔ پس اگر آپ مقتدائے قوم ہیں تو ایسا اقرار نامہ پیش کرنا آپ پر مشکل نہیں ہوگا بلکہ تمام لوگ آپ کا نام سنتے ہی اقرار نامہ پر دستخط کر دینگے۔ کیونکہ آپ پیشوائے قوم جو ہوئے۔ لیکن اگر آپ اپنا مقتدائے قوم ہونا ثابت نہ کر سکیں اور آپ اقرار نامہ مرتب کر کے دو ہفتہ تک میرے پاس نہ بھیجدیں تو آپ ایک شخص عوام الناس سے سمجھے جائینگے جو قابل خطاب نہیں یہ بات آپ پر واضح رہے کہ اس معاملہ میں خط مطبوعہ میں شرط بھی درج ہے کہ مقتدائے قوم ہو (دیکھو سطر دہم خط مطبوعہ) اب مقتدا ہونا بجز مقتدیوں کے اقرار کے کیونکر ثابت ہو اور یہ بات کہ ہم نے اپنے خط مطبوعہ میں یہ شرائط لازمی کیوں رکھی کہ شخص متحن مقتدائے قوم ہو عوام الناس نہو اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ عوام الناس میں سے کیکو مغلوب او مقائل کرنا دوسروں پر موثر نہیں ہو سکتا بلکہ ایسے شخص کے تجربہ کو خواص لوگ سادہ لوحی اور عدم بصیرتی پر حمل کرتی ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ کوئی گروہ اس کا اتباع کر کے راہ راست پر آوے حق کی ہدایت یابی کو کسی نفس

تفسالی پر مبنی سمجھ لیتے ہیں ماسوا اُس کے ان خطوط مطبوعہ کے بھیجنے سے میری غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک قوم پر حجت پوری ہو کر حصۂ پنجم میں اس اتمام حجت کا حال درج کیا جاوے لیکن ایک عامی آدمی قائل اور مسلمان ہو جانے سے قوم پر کیونکر حجت پوری ہو جائیگی۔ عامی کا عدم وجود قوم کے نزدیک برابر ہے۔ کیا اس جگہ کے بعض آریہ سماج کے ممبروں کی شہادت سے جنہوں نے بچشم خود بعض نشانوں کو دیکھا ہے آپ لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں۔ تو پھر کیونکر اُمید رکھیں کہ آپ کی شہادت قوم پر موثر ہوگی۔ حالانکہ آپ قادیان کے بعض آریوں سے جنہوں نے بعض نشانوں کو مشاہدہ کیا ہے حیثیت اور عزت اور لیاقت میں زیادہ نہیں ہیں۔ بہرحال ہم کو اس خط مطبوعہ پر عمل کرنا لازم ہے جسکو آپ بنظر سرسری دیکھ چکے ہیں۔ اگر قوم کے مقتدا مخاطب ہونے کے لئے مخصوص نہوں تو یہ سلسلہ قیامت تک ختم نہوگا۔ مناسب ہے کہ آپ بہت جلد اس کا جواب لکھیں کیونکہ اگر آپ مقتدا قوم کے قرار پا گئے تو دوسرے مراتب اس کے بعد طے ہونگے۔ اور جو مبلغ دو سو روپیہ ماہواری کے حساب سے دو ہزار چار سو روپیہ سال بصورت مغلوبیت دینا تجویز کیا ہے یہ بھی اسی لحاظ سے یعنی مقتدائے قوم کی وجہ سے قرار پایا ہے۔ پھر خواہ وہ مقتدا تمام روپیہ آپ رکھے یا قوم جو اقرار نامہ پر دستخط کریگی اپنے اپنے حصہ ٹھہرالیں اب خلاصہ کلام آپ یہ یاد رکھیں کہ ہم نے تین ماہ تک حصہ پنجم کا چھپنا ملتوی کر کے ہر ایک قوم کے سرگردہ کو خطوط مطبوعہ بصیغہ رجسٹری بھیجے ہیں کیونکہ قوم کے سرگردہ کل قوم کا حکم رکھتے ہیں عوام الناس سے ہمکو کچھ سروکار نہیں اور نہ اس طور سے بحث کا سلسلہ کبھی ختم ہو سکتا ہے۔ جو شخص ہمارے مقابل پر آنا چاہے (آپ ہوں یا کوئی اور ہوں) اول اُس کو یہ ثبوت دینا چاہیئے کہ وہ درحقیقت مقتدائے قوم ہے اور اس کی قوم کے لوگ اس بات پر مستعد ہیں کہ اسکے قائل اور اقراری ہو جانے سے بلا حجت وحیلہ دین اسلام میں داخل ہو جائینگے۔ سو مناسب ہے کہ آپ سعی و کوشش کر کے پانچوں آریہ سماج کے بعض قدر ممبر ہیں اُن سے حلفاً اقرار نامہ لے لیں اور نام بنام دستخط کرائیں اور اس اقرار نامہ پر دس یا بیس ثقہ مسلمانوں اور بعض پادریوں کے بھی دستخط ہوں تا کہ وہ اقرار نامہ معہ

آپ کے اقرارنامہ اور ہمارے اقرار کے چند اخباروں میں چھپوایا جاوے لیکن جب تک آپ اسطور سے اپنا سرگروہ ہونا ثابت نہ کریں تب تک آپ عوام الناس میں سے محسوب ہونگے۔ ہمارے خط کو غور سے دیکھو اور اس کے منشاء کے موافق قدم رکھو ان خطوط سے اصل مطلب تو ہمارا یہی تھا کہ قوموں کے سرگروہوں کو قائل یا لاجواب کر کے کل قوموں پر (ہندو ہوں یا عیسائی) اتمام حجت کیا جاوے۔ پس جو لوگ سرگروہ ہی نہیں ان کے لاجواب یا قائل کرنے سے ہمارا مطلب کیونکر پُورا ہوگا اور حصہ پنجم کے چھپنے کی نوبت کب آئیگی۔ اور اگر خدا توفیق دیوے تو اپنے آریہ بھائیوں کی شہادت کو ہی کافی سمجھو۔ کیونکہ وہ بھی تمھارے بھائی ہیں۔ والدعاء مورخہ ۷ ار اپریل ۱۸۸۵ء مطابق یکم رجب ۱۳۰۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشفق پنڈت لیکھرام صاحب۔ بعد ما وجب آپ کا خط مرقومہ ۹۔ اپریل ۱۸۸۵ء مجھ کو ملا آپ نے بجائے اس کے کہ میرے جواب پر انصاف اور صدقدلی سے غور کرتے ایسے الفاظ دور از تہذیب و ادب اپنے خط میں لکھے ہیں جو میں خیال نہیں کرسکتا کہ کوئی مہذب آدمی کسی سے خط و کتابت کر کے ایسے الفاظ لکھنا روا رکھے پھر آپ نے اسی اپنے خط میں تمسخر اور ہنسی کی راہ سے دین اسلام کی نسبت توہین اور ہتک کے کلمات تحریر کئے ہیں اور بغیر سوچنے سمجھنے کے ہجو ملیح کے طرح مکروہ اور نفرتی باتوں کو پیش کیا ہے اگرچہ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کس قدر طالب حق ہیں لیکن پھر بھی میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کے سخت اور بدبودار باتوں پر صبر کر کے دوبارہ آپکو اپنے منشاء سے مطلع کروں کیونکہ یہ بھی خیال گذرتا ہے کہ شاید آپ نے میرے پہلے خط کو غور سے نہیں پڑھا اور اشتعال طبع مانع تفکر و تدبر ہوگیا سو اب میں پھر اپنے اُسی جواب کو دوہرا کر تحریر کرتا ہوں صاحب من میں نے جو پہلے خط میں لکھا تھا اس کا خلاصہ مطلب یہی ہے جواب میں گذارش کرتا ہوں یعنی اندنوں میں اتمام حجت کی غرض سے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ سات سو خط چھپوا کر

اُن مخالفین مذہب کی طرف روانہ کروں جو اپنی اپنی قوم کے سرگردہ اور میر مجلس ہیں
اور یہ قرار پایا کہ چونکہ ہر ایک قوم میں اوسط اور ادنیٰ درجہ کے آدمی ہزارہا بلکہ لکھوکھہا ہوا کرتے
ہیں اس لئے یہی مناسب ہے کہ یہ خطوط مطبوعہ ان چیدہ چیدہ اور اعلیٰ درجہ کے لوگوں
کی طرف روانہ کئے جائیں کہ جو خواص اور قلیل الوجود آدمی ہیں۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی سوچا گیا
کہ ایسے لوگ اگر قادیان میں ایک برس تک ٹھہرنے کے لئے بلائے جائیں تو ان کی دنیوی
عزت اور آمدنی کے لحاظ سے دو سو روپیہ ماہواری ان کے لئے شرط مقرر کرنا مناسب ہوگا
کیونکہ یہ خیال کیا گیا کہ وہ لوگ جسقدر اپنے اپنے مکانات میں بذریعہ نوکری یا تجارت وغیرہ
وجوہ معاش حاصل کرتے ہیں وہ غالباً اس اندازہ کے قریب قریب ہوگا۔ غرض جو دو سو
روپیہ کی رقم مقرر کی گئی وہ محض بنظر اندازہ وجوہ معاش اُن اعلیٰ درجہ کے سرگروہوں کے
مقرر ہوئی تا وہ لوگ یہ عذر پیش نہ کریں کہ قادیان میں ٹھہرنے سے ہمارا دو سو روپیہ ماہواری
کا ہرج متصور ہے۔ اور اسی غرض سے خطوط مطبوعہ میں یہ بھی اندراج پایا کہ اگر دو سو
روپیہ ماہواری کسی صاحب کی حیثیت دنیوی سے کم ہو تو جہانتک ممکن ہو ان کو دو سو
روپیہ ماہوار سے کچھ زیادہ دیا جائیگا اب آپ جو تحریر فرماتے ہیں کہ وہ دو سو روپیہ کہ جو اعلیٰ
درجہ کے لوگوں کے لئے بلحاظ حیثیت دنیوی اُن کے خطوط مطبوعہ میں اندراج پایا ہے اُسیقدر
روپیہ ملنے کی شرط ہے۔ میں قادیان میں آتا ہوں سو آپ خود انصاف فرمالیویں کہ آپ کیونکر اس
قدر روپیہ پانے کی شرط کر سکتے ہیں۔ ہاں اگر آپ کسی جگہ دو سو روپیہ ماہواری پاتے ہیں تو پھر اس
صورت میں مجھے کسی طور سے عذر نہیں ہے۔ آپ مجھ پر یہ ثابت کردیں کہ میں اسی حیثیت کا
کا آدمی ہوں اگر ایسا ثابت نہ کرسکیں تو پھر آپ کے لئے یہ منظور کرتا ہوں کہ جس قدر آپ نوکری کیحالت
میں تنخواہ پاتے رہے ہیں وہی تنخواہ حسب شرائط متذکرہ خطوط مطبوعہ آپ کو دونگا۔ لیکن آپ
خود انصاف کرلیویں کہ جو تنخواہ اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے لئے اُن کی ماہواری آمدنی کے لحاظ سے
اور اُن کے ہرجہ کثیرہ کے خیال سے خطوط مطبوعہ میں لکھی گئی ہے وہ کیونکر اُن لوگوں کو دیجائے
جو اس درجہ کے آدمی نہیں ہیں اور اگر ہر ایک ادنیٰ اعلیٰ کے لئے دو سو روپیہ ماہواری دینا تجویز
کروں تو اس قدر روپیہ کہاں سے لاؤں۔ آپ تحکم کی راہ سے کلام نہ کریں اور جو میں نے خطوط کے

چھاپنے کے وقت استظام کیا ہے اُس کو خوب سوچ لیں - اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ آپ دو تین روز کے لئے قادیان میں آجائیں اور بالمواجہ گفتگو کر کے اثبات کا تصفیہ کریں مجھے یہ بھی منظور ہے کہ دو تین شریف اور معزز آریہ جیسے منشی جیوندا س لاہور میں ہیں وہ مجھ سے ملاقات کر کے جو اس بارہ میں تصفیہ کریں وہی قرار پا جائے - میں ناحق کی ضد کرنا نہیں چاہتا نہ کوئی حیلہ بہانہ کرنا چاہتا ہوں آپ غور سے میرے خط کو پڑھیں اور یہ جو آپ نے اپنے خط کے اخیر پر لکھ دیا ہے کہ قادیان کے آریہ لوگوں سے آپ کی کراماتی ماہ کی قلعی کھل چکی ہے یہ الفاظ بھی منصفین کے سامنے پیش کرنے کے لائق ہیں جس حالت میں قادیان کے بعض آریہ جو میرے پاس آمد ورفت رکھتے ہیں ابتک زندہ موجود ہیں اور اس عاجز کے نشانوں اور خوارق کے قائل اور مقر ہیں تو پھر نہ معلوم کہ آپ نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ وہ لوگ منکر ہیں اگر آپ راستی کے طالب تھے تو مناسب تھا کہ آپ قادیان میں آکر میرے روبرو اور میرے مواجہ میں اُن لوگوں سے دریافت کرتے تا جو امر حق ہے آپ پر واضح ہو جاتا - مگر یہ بات کسقدر دیانت اور انصاف سے بعید ہے کہ آپ دور بیٹھے قادیان کے آریوں پر ایسی تہمت لگا رہے ہیں ذرا آپ سوچیں کہ جس حالت میں مینے اُنھیں آریوں کا نام حصّہ سوم و چہارم میں لکھکر اُن کا شاہد خوارق ہونا حصص مذکورہ میں درج کر کے لاکھوں آدمیوں میں اس واقعہ کی اشاعت کی ہے تو پھر اگر یہ باتیں دروغ بے فروغ ہوں تو کیونکر وہ لوگ ابتک خاموش رہتے بلکہ ضرور تھا کہ اس صریح جھوٹ کے رد کرنے کے لئے کئی اخباروں میں اصل کیفیت چھپواتے اور مجھکو ایک دُنیا میں رسوا اور شرمندہ کرتے - سو منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ لوگ باوجود شدت مخالفت اور عناد کے اسی وجہ سے خاموش اور لاجواب رہے - کہ جو جو مینے شہادتیں اُن کی نسبت لکھیں وہ حق محض تھا - اور آپ پر لازم ہے کہ آپ اس ظن فاسد سے مخلصی حاصل کرنے کے لئے قادیان آکر اس بات کی تصدیق کر جائیں - تا سیہ رو شود کہ در وغش باشد جواب سے جلد تر مطلع کریں والدعا

راقم مرزا غلام احمد از قادیان - ۱۶ اپریل ۱۸۸۵ء

مشفقی پنڈت لیکھرام صاحب بعد ما وجب۔ اگرچہ اس خاکسار نے آپ کے اُن خطوط کے جواب میں جن میں آپ نے قادیان میں ایک سال تک ٹھہرنے کی درخواست کی تھی یہ لکھا تھا کہ چوبیس سو روپیہ لینے کی شرط پر آپکا ایسی درخواست کرنا آپ کی عزت اور حیثیت عرفی کے برخلاف ہے لیکن چونکہ آپ ابتک اسی بات پر اصرار کئے جاتے ہیں کہ میں آریہ سماج کے گروہ میں ایک بڑا عزت دار آدمی ہوں اور بزرگوار اور عالی مرتبت ہونے کی وجہ سے تمام آریہ سماجوں میں مشہور و معروف ہوں بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے اپنے اسی دعوے کو بعض اخباروں میں چھپوا کر جا بجا مجھے بدنام کرنا چاہا ہے اور یہ لکھا ہے کہ جس حالتیں میں ایسا عزت دار آدمی ہوں اور پھر طالب حق تو پھر کیوں مجھے آسمانی نشان کے دکھلانے اور اسلام کی حقیقت مشاہدہ کرانے سے محروم رکھا جاتا ہے اور کیوں چوبیس سو روپیہ دینے کی شرط پر مجھکو قادیان میں ایک سال تک ٹھہر کر آسمانی نشانوں کے آزمانے کے لئے اجازت نہیں دیجاتی۔ سو آپ پر واضح ہو کہ ہم نے جو آجتک آپ کی درخواست منظور کرنے میں توقف کیا تو اس کی یہی وجہ تھی کہ ہم اپنے خط مطبوع میں یہ شرط درج کر چکے ہیں کہ ہمارا مقابلہ عوام الناس سے نہیں ہے بلکہ ہر قوم کے چیدہ اور منتخب اور صاحب عزت لوگوں سے ہے اور ہرچند ہم نے کوشش کی مگر ہم پر یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ اُن معزز اور ذی مرتبت لوگوں میں سے ہیں جو بوجہ حیثیت عرفی اپنی کے دو سو روپیہ ماہواری خرچہ پانے کے مستحق ہیں مگر چونکہ آپ کا اصرار اپنے اس دعوے پر نہایت درجہ تک پہنچگیا ہے کہ فی الحقیقت میں ایسا ہی عزت دار ہوں اور پشاور سے بمبئی تک جس قدر آریہ سماج ہیں وہ سب مجھ کو معزز اور قوم میں سے ایک بزرگ اور سرگروہ سمجھتے ہیں اس لئے آپکی طرف لکھا جاتا ہے کہ اگر آپ سچ مچ ایسے ہی عزت دار ہیں تو ہم آپ کی درخواست منظور کر لیتے ہیں اور جہاں چاہو چوبیس سو روپیہ جمع کرانے کو طیار و مستعد ہیں۔ لیکن جیسا کہ آپ شرائط مندرجہ خطوط مطبوعہ سے تجاوز کر کے اپنی پوری پوری تسلی کرنے کے لئے مجھ سے چوبیس سو روپیہ نقد کسی دوکان یا بنک سرکار میں جمع کرانا چاہتے ہیں تو اس صورت میں مجھے بھی حق پہنچتا ہے کہ میں بھی آپ کے اس اقرار کو جو بعد دیکھنے کسی آسمانی نشان کے بلا توقف قادیان میں ہی

مسلمان ہوجاؤنگا۔ آپ ہی کے اعتبار پر نہ چھوڑوں۔ بلکہ جیسے آپ روپیہ وصول کرنے کے باب
میں اپنی پوری پوری تسلی کرینگے ایسا ہی میں بھی آپ کے مسلمان ہونے کے لیئے کوئی ایسی
تدبیر کروں جس سے مجھے بھی پورا یقین اور کامل تسلی ہوجائے کہ آپ بھی درحالت انکار اسلام
اپنی عہدشکنی کے ضرر سے محفوظ نہیں رہ سکینگے۔ سو عدالت کی بات جس میں میں اور آپ
برابر ہیں یہ ہے کہ ایک طرف یہ خاکسار چوبیس سو روپیہ حسب نشاء ہی آپ کے کسی جگہ
جمع کرادے اور ایک طرف آپ بھی اسیقدر روپیہ حسب نشاء ہی اس عاجز کے بوجہ
تاوان انکار اسلام کسی مہاجن کی دوکان پر رکھوا دیں تا جسکو خدا تعالیٰ فتح بخشے اُس کیلئے
یہ روپیہ فتح کی یادگار رہے۔ یہ تجویز کسی فریق پر ظلم نہیں بلکہ فریقین کے لئے موجب تسلی
اور سراسر انصاف ہے کیونکہ جیسے آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ آپ بصورت مغلوب ہونے
اس عاجز کے چوبیس سو روپیہ جبراً وصول نہیں کر سکتے
علی ہذا القیاس مجھے بھی یہ فکر ہے کہ میں بھی بعد مغلوب ہونے آپ کے آپ کو جبراً مسلمان
نہیں کر سکتا۔ سو یہ انتظام حقیقت میں نہایت عمدہ اور مستحسن ہے کہ ایک طرف آپ
وصول روپیہ کے لیئے اپنی تسلی کر لیں اور ایک طرف میں بھی ایسا بندوبست کر لوں کہ
درحالت عدم قبول اسلام آپ بھی شکست کے اثر سے خالی نہ جانے پاویں۔ اور اگر آپ
اسلام کے قبول کرنے میں صادق النیّت ہیں تو آپ کو روپیہ جمع کرنے میں کچھ نقصان
اور اندیشہ نہیں کیونکہ جب آپ بصورت مغلوب ہونے کے مسلمان ہوجائینگے تو ہمکو
آپ کے روپیہ سے کچھ سروکار نہیں ہوگا بلکہ یہ روپیہ تو صرف اُس حالت میں بطور تاوان
آپ سے لیا جائیگا کہ جب آپ عہدشکنی کرکے اسلام کے قبول کرنے سے گریز یا روپوشی
اختیار کرینگے سو یہ روپیہ بطور ضمانت آپ کی طرف سے جمع ہوگا اور صرف عہدشکنی کی صورت
میں ضبط ہوگا نہ اور کسی حالت میں۔ رہا یہ امر کہ آپ اس قدر روپیہ کہاں سے لائینگے
تو اس کا فیصلہ تو آپ ہی کے اقرار سے ہوگیا۔ جبکہ آپ نے اقرار کر لیا کہ میں بڑا عزت
دار آدمی اور قوم میں مشہور و معروف ہوں کیونکہ جس حالت میں آپ اتنے بڑے عزت دار
ہیں تو اول یہ روپیہ آپ کے آگے کچھ چیز نہیں بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ آپ کے دولتخانہ

میں جمع ہوگا۔ اور اگر کسی اتفاق سے آپ پر افلاس طاری ہے تو قوم کے لوگ ایسے معزز اور سرگروہ سے امداد وغیرہ کے بارے میں کب دریغ کرینگے بلکہ وہ تو سنتے ہی ہزارہا روپیہ آپ کے قدموں پر رکھ دینگے اور صرف آپ کی ایک زبان کے اشارہ سے روپیوں کا ڈھیر جمع ہو جائیگا۔ خدانخواستہ ایسا کیوں ہونے لگا کہ آریہ سماج کے دولتمند اور ذی مقدرت لوگ آپ کو چند روز کے لئے بطور امانت روپیہ دینے سے انکار کریں اور آپ کی دیانتداری اور امانت گذاری میں اُن کو کلام ہو۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ادنیٰ ادنیٰ آدمی جیسے چوہڑے چمار یا سانسی اپنی قوم میں کچھ ذرا سا اعتبار رکھتے ہیں وہ بھی اپنی برادری میں اس قدر مسلم العزت ہوتے ہیں کہ قوم کے ذی مقدرت لوگ کسی مشکل کے وقت صدہا روپیہ کی بطور قرضہ وغیرہ اُن کی مدد کرتے ہیں اور آپ تو بقول آپ کے بڑے ذی عزت آدمی ہیں جن کی عزت سارے آریہ سماجوں میں تسلیم و قبول کی گئی ہے۔ ماسوا اس کے جو روپیہ صرف کچھ مدت کے لئے امانت کے طور پر آپ کے ہاتھ میں دینگے یہ نہیں کہ وہ روپیہ آپ کی ملک کر دینگے۔ قصہ کوتاہ کہ آج ہم یہ خط رجسٹری کرا کر آپ کی خدمت میں بھیجتے ہیں۔ اور اگر بیس دن تک آپ نے ہمارا جواب نہ بھیجا اور قادیان میں آکر ایک سال تک ٹھہرنے کے لئے بات نہ ٹھہرا لی اور ان شرائط کو جو عین انصاف اور حق پرستی پر مبنی ہیں قبول نہ کیا تو پھر بعد گذرنے بیس روز کے یہ حال کنارہ کشی آپ کا چند اخباروں میں شائع کرا کر لوگوں پر ثابت کیا جاویگا کہ آپ کا ایک سال تک قادیان میں ٹھہرنے کے لئے مجھ سے مدہانت کرنا سراسر لاف و گذاف پر مبنی تھا نہ آپ کی نیت صاف و درست تھی نہ آپ کی ایسی حیثیت و عزت تھی جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا

اب ہم اس خط کو ختم کرتے ہیں اور مدت مقررہ تک ہر روز آپ کے جواب کے منتظر رہینگے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

از قادیان ضلع گورداسپور مورخہ ۱۷ جولائی ۱۸۸۵ء خاکسار غلام احمد

لالہ بھیم سین صاحب کے نام خط

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہم مکتب ایک لالہ بھیم سین صاحب تھے اور زمانہ قیام سیالکوٹ میں حضرت اقدس کی ان کیساتھ بڑی راہ و رسم تھی۔ لالہ بھیم سین صاحب کی بابت اس خط کے شائع کرتے وقت مجھے معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑی محبت تھی اور خط و کتابت بھی ہوتی تھی جن ایام میں گورداسپور میں مقدمات کا سلسلہ شروع تھا تو لالہ بھیم سین صاحب نے اپنے بیٹے کی خدمات بھی پیش کی تھیں جو بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے آچکے تھے۔ حضرت مسیح موعود نے شکریہ کے ساتھ ان کی خدمات کو کسی دوسرے وقت پر عند الضرورت ملتوی کر دیا تھا۔ غرض حضرت صاحب کو لالہ بھیم سین صاحب سے محبت اور لالہ بھیم سین کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اخلاص تھا۔ ۱۴۔ جون ۱۹۰۳ء کو حضرت مسیح موعود نے لالہ بھیم سین کو ایک خط لکھا تھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے میں لالہ بھیم سین صاحب کے فرزند ارجمند خط کتابت کر کے حضرت اقدس کی بعض اور تحریریں بھی جو میسر آسکیں حاصل کرنی چاہتا ہوں مگر سر دست یہ ایک خط یہاں درج کر دیا جاتا ہے جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔

خاکسار یعقوب علی عفی اللہ عنہ

"آپ نے اپنے خط میں کچھ مذہبی رنگ میں بھی نصائح تحریر فرمائی تھیں۔ مجھ کو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ کو اس عظیم الشان پہلو سے بھی دلچسپی ہے۔ درحقیقت چونکہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم سب لوگ اصلی گھر کیطرف واپس کئے جائینگے۔ اس لئے ہر ایک کا فرض ہونا چاہئے کہ دین اور مذہب کے عقائد کے معاملہ میں پورے غور سے سوچے پھر جس طریق کو خدا تعالیٰ کی رضامندی کے موافق پاوے اُسی کے اختیار کرنے میں کسی ذلت اور بدنامی سے نہ ڈرے اور نہ اہل و عیال اور خویشوں اور فرزندوں کی پروا رکھے۔ ہمیشہ صادقوں نے ایسا ہی کیا ہے۔ سچائی کے اختیار کرنے میں انہوں نے بڑے بڑے دکھ اُٹھائے؛

یہ تو ظاہر ہے کہ خواہ عقائد ہوں یا اعمال دو حال سے خالی نہیں یا سچے ہوتے ہیں یا جھوٹے۔ پھر جھوٹے کو اختیار کرنا دھرم نہیں ہے۔ مثلاً وید کی طرف یہ ہدایت منسوب کیجاتی ہے کہ اگر کسی عورت کے چند سال تک بیٹا نہو بیٹیاں ہی ہوں تو اس کا خاوند اپنی اُس عورت کو دوسرے سے ہمبستر کرا سکتا ہے اور ایسا سلسلہ اُس وقت تک جاری رہ سکتا ہے جب تک ایک بیگانہ مرد کے نطفہ سے گیارہ فرزند نرینہ پیدا ہو جائیں۔ اور شاکت مت میں جو وید کیطرف ہی اپنے تئیں منسوب کرتے ہیں یہ ہدایت ہے کہ اُن کے خاص مذہبی میلوں میں ماں اور بہن سے بھی جماع درست ہے اور ایک شخص دوسرے کی عورت سے زنا کر سکتا ہے۔ اسی طرح دُنیا میں ہزار ہا ایسے مذہب ہیں کہ اگر انکا انکار کیا جاوے تو آپ انگشت بدنداں رہینگے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ انسان صلح کاری اختیار کر کے اُن لوگوں کی ہاں سے ہاں ملا دے ایسا ہی عقائد کا حال ہے بعض لوگ دریاؤں کی پوجا کرتے ہیں۔ بعض لوگ آگ کی۔ بعض سورج کی بعض چاند کی۔ بعض درختوں کی بعض سانپوں اور بلیوں کی۔ اور بعض انسانوں کو درحقیقت خدا سمجھتے ہیں۔ تو کیا ممکن ہے کہ ان سب کو راستباز سمجھا جاوے

جو لوگ دنیا کی اصلاح کے لئے آتے ہیں اُن کا فرض ہوتا ہے کہ سچائی کو زمین پر پھیلا دیں اور جھوٹھ کی بیخکنی کریں۔ وہ سچائی کے دوست اور جھوٹھ کے دشمن ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی راستباز کو چند ڈاکو یا چور یہ ترغیب دیں کہ بذریعہ ڈاکہ یا کیسہ بُری یا نقب زنی کے کوئی مال حاصل کرنا چاہیئے تو کیا جائز ہوگا کہ وہ راستباز اُن کے ساتھ ہو کر ایسے جرائم کا ارتکاب کرے۔ پس مذہب کس چیز کا نام ہے۔ اسی بات کا نام تو مذہب ہے کہ جو عقائد یا اعمال بُرے اور گندے اور ناپاک ہوں اُن سے پرہیز کیا جاوے۔ اور ایسی کتابیں جو ناپاک عقائد یا اعمال سکھلاتی ہیں اُن کو اپنا پیشوا اور رہبر نہ بنایا جاوے۔ میں اس بات کو کسی طرح سمجھ نہیں سکتا کہ ہر ایک مذہب سے صلح رکھی جاوے اور اُن کی ہاں میں ہاں ملائی جاوے۔ کیونکہ اگر ایسا کیا جاوے تو دُنیا میں کوئی بدی بدی نہیں رہیگی اور ہر قسم کے بدعقائد اور بداعمال اُن نیکیوں میں داخل ہو جائینگی۔ حالانکہ جو شخص ایک نظر

دنیا کے مذاہب پر ڈالے تو اُس کو معلوم ہو جائیگا کہ خدا شناسی ہی کے بارے میں کئی عقائد ہیں
بعض ناستک مت یعنی دہریہ ہیں وہ خدا کے قائل نہیں ہیں اور بعض انسانوں یا حیوانوں یا
اجرام سماوی یا عناصر کو خدا بناتے ہیں۔ خاص آریہ سماجی جو اپنے تئیں ویدوں کے وارث ٹھہراتے
ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا نے ایک ذرہ بھی پیدا نہ کیا اور نہ ارواح پیدا کئے بلکہ یہ تمام چیزیں اور
ان کی تمام قوتیں خود بخود ہیں۔ پرمیشور کا ان میں کچھ بھی دخل نہیں۔ مگر مجھے ان باتوں کے
بیان کرنے سے صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ایک راستباز کے لئے ممکن نہیں کہ ان تمام
متناقص امور کو مان لے اور اُن پر ایمان لے آوے۔ جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی عظمت اور
توحید اور قدرت کاملہ پر داغ لگایا ہے یا بدکاری کو جائز رکھا ہے میں اس جگہ اُن کی نسبت
اور اُن کی کتاب کی نسبت کچھ نہیں کہتا صرف آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ انسان کے لئے ممکن نہیں
کہ ناپاک کو بھی ایسا ہی تسلیم کرے جیسا کہ پاک کو کرتا ہے یہ سچ ہے کہ پاک ہونے سے خدا ملتا
ہے۔ لیکن ایسے طریقوں سے جو ناپاک عقائد اور ناپاک اعمال پر مشتمل ہیں کیونکر خدا مل سکتا
ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کرنا بہشتی زندگی تک پہنچاتا ہے۔ لیکن جو شخص
راجہ رامچندر یا راجہ کرشن یا حضرت عیسیٰ کو خدا سمجھتا ہے یا خدائے قیوم کو ایسا عاجز اور
ناقص خیال کرتا ہے کہ ایک ذرہ یا ایک روح کے پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں وہ کیونکر اس
پاک ذوالجلال کی حقیقی محبت سے حصہ لے سکتا ہے۔ حقیقی اور سچے خدا کو اُس کی پاک اور
کامل صفات کے ساتھ جاننا اور اُس کی پاک راہوں کے مطابق چلنا ہی حقیقی نجات ہے،
اور اُس حقیقی نجات کے مخالف جو طریق ہیں وہ سب گمراہی کے طریق ہیں پھر کیونکر
ان طریقوں میں پھنسے رہنے سے انسان حقیقی نجات پا سکتا ہے

دنیا میں اکثر یہ واقعہ مشہور ہے کہ ہر ایک شخص اُن خیالات پر بہت بھروسہ رکھتا ہے
جن خیالات میں اُس نے پرورش پائی ہے یا جن کو سننے کا اُس کو بہت موقعہ ملا ہے
چنانچہ ایک عیسائی بے تکلف کہدیتا ہے کہ عیسیٰ ہی خدا ہے اور ایک ہندو اس بات کے
بیان کرنے سے کچھ شرم نہیں کرتا کہ رامچندر اور کرشن درحقیقت خدا ہیں۔ یا دریائے گنگ
اپنے پرستاروں کو مرادیں دیتا ہے یا اُن کا ایک ایسا خدا ہے جس نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا

صرف موجودہ اجسام یا ارواح کو جو کسی اتفاق سے خود بخود قدیم سے چلے آتے ہیں جوڑنا اس کا کام ہے۔ لیکن یہ تمام بھروسے بے اصل ہیں ان کیساتھ کوئی دلیل نہیں۔ زندہ خدا کو خوش کرنا نجات کے طالب کا اصول ہونا چاہئے دنیا رسوم و عادات کی قید میں ہے ہر ایک شخص جو کسی مذہب میں پیدا ہوتا ہے اکثر بہرحال اُسی کی حمایت کرتا ہے لیکن یہ طریق صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ بات ہے کہ جس مذہب کی رو سے زندہ خدا کا پتہ مل سکے اور بڑے بڑے نشانوں اور معجزات سے ثابت ہو کہ وہی خدا ہے اس مذہب کو اختیار کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر درحقیقت خدا موجود ہے اور اُس کی ذات کی قسم کہ درحقیقت وہ موجود ہے تو یہ اس کا کام ہے کہ وہ بندوں پر اپنے تئیں ظاہر کرے اور انسان جو محض اپنی اٹکلوں سے خیال کرتا ہے کہ اس جہان کا ایک خدا ہے سو وہ اٹکلیں سچی تسلی دینے کے لئے کافی نہیں۔ اور جیسا کہ ایک محجوب اُن روپوں پر بھروسہ کرتا ہے جو اُس کے صندوق میں بند ہیں اور اُس زمین پر جو اُس کے قبضہ میں ہے اور اُن باغات پر جو ہمیشہ صدہا روپیہ کی آمدنی نکلتے ہیں اور اُن لائق بیٹوں پر جو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز ہیں اور ماہ بماہ اپنے باپ کو ہزارہا روپیہ سے مدد کرتے ہیں وہ محجوب ایسا بھروسہ خدا تعالیٰ پر ہرگز نہیں کر سکتا اس کا کیا سبب ہے یہی سبب ہے کہ اُس پر حقیقی ایمان نہیں۔ ایسا ہی ایک غافل جیسا کہ طاعون سے ڈرتا ہے اور اُس گاؤں میں داخل نہیں ہوتا جو طاعون سے ہلاک ہو رہا ہے اور جیسا کہ وہ سانپ سے ڈرتا ہے اور اُس سوراخ میں ہاتھ نہیں ڈالتا جس میں سانپ ہو یا سانپ ہونیکا گمان ہو اور جیسا کہ وہ شیر سے ڈرتا ہے اور اُس بن میں داخل نہیں ہوتا جس میں شیر ہو۔ ایسا ہی وہ خدا سے نہیں ڈرتا اور دلیری سے گناہ کرتا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ اگرچہ وہ زبان سے کہتا ہے مگر درحقیقت خدا تعالیٰ سے غافل اور بہت دور ہے۔ خدا تعالیٰ پر ایمان لانا کوئی امر سہل نہیں ہے۔ بلکہ جب تک خدا تعالیٰ کے کھلے کھلے نشان ظاہر نہ ہوں اُس وقت تک انسان سمجھ بھی نہیں سکتا کہ خدا بھی ہے۔ گو تمام دنیا اپنی زبان سے کہتی ہے کہ ہم خدا پر ایمان لائے مگر اُن کے اعمال گواہی دے رہے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔

سچا ایمان تجربہ کے بعد حاصل ہوتا ہے - مثلاً جب انسان بار بار کے تجربہ سے معلوم کر لیتا ہے کہ سم الفار ایک زہر ہے جو نہایت قلیل مقدار اُس کی قاتل ہے تو وہ سم الفار کھانے سے پرہیز کرتا ہے - تب اُس وقت کہہ سکتے ہیں کہ وہ سم الفار کے قاتل ہونے پر ایمان لایا - سو جو شخص کسی پہلو سے گناہ میں گرفتار ہے وہ ہنوز خدا پر ایمان ہرگز نہیں لایا - اور نہ اسکو شناخت کیا ⁂

دنیا بہت سی مفتولیوں سے بھری ہوئی ہے اور لوگ ایک جھوٹی منطق پر راضی ہو رہے ہیں - مذہب وہی ہے جو خدا تعالیٰ کو دکھلاتا ہے اور خدا سے ایسا قریب کر دیتا ہے کہ گویا انسان خدا کو دیکھتا ہے - اور جب انسان یقین سے بھر جاتا ہے تو خدا تعالیٰ سے اس کا خاص تعلق ہو جاتا ہے - وہ گناہ سے اور ہر ایک ناپاکی سے خلاصی پاتا ہے اور اس کا سہارا صرف خدا ہو جاتا ہے - اور خدا تعالیٰ اپنے خاص نشانوں سے اور اپنی خاص تجلی سے اور اپنے خاص کلام سے اس پر ظاہر کر دیتا ہے کہ میں موجود ہوں تب اس روز سے وہ جانتا ہے کہ خدا ہے اور اسی روز سے وہ پاک کیا جاتا ہے اور اندرونی آلائشیں دور کیجاتی ہیں - یہی معرفت ہے جو بہشت کی کنجی ہے مگر یہ بغیر اسلام کے اور کسی کو بھی میسر نہیں آتی - یہی خدا تعالیٰ کا ابتداء سے وعدہ ہے جو وہ انہی پر ظاہر ہوتا ہے جو اس کے پاک کلام کی پیروی کرتے ہیں - تجربہ سے زیادہ کوئی گواہ نہیں - پس جبکہ تجربہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ خدا اپنے تئیں بجز اسلام کے کسی پر ظاہر نہیں کرتا اور کسی سے ہمکلام نہیں ہوتا اور کسی کی اپنے زبردست معجزات سے مدد نہیں کرتا تو ہم کیونکر مان لیں کہ دوسرے مذہب میں ایسا ہو سکتا ہے

ابھی تھوڑے دن کی بات ہے کہ لیکھرام نامی ایک برہمن جو آریہ تھا قادیان میں میرے پاس آیا اور کہا کہ وید خدا کا کلام ہے - قرآن شریف خدا کا کلام نہیں ہے - میں نے اُس کو کہا کہ چونکہ تمھارا دعویٰ ہے کہ وید خدا کا کلام ہے مگر میں اُسکو اُس کی موجودہ حیثیت کے لحاظ سے خدا کا کلام نہیں جانتا کیونکہ اس میں شرک کی تعلیم ہے اور کئی اور ناپاک تعلیمیں ہیں - مگر میں قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتا ہوں کیونکہ نہ اس میں شرک کی تعلیم ہے اور

نہ کوئی اور ناپاک تعلیم ہے۔ اور اُس کی پیروی سے زندہ خدا کا چہرہ نظر آجاتا ہے اور معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ پس بہت سہل طریق یہ ہے کہ تم وید والے خدا سے میری نسبت کوئی پیشگوئی کرواور میں قرآن شریف والے خدا سے وہی پاک پیشگوئی کرونگا۔ پس اُس نے میری نسبت یہ پیشگوئی کی کہ یہ شخص تین برس تک ہیضہ کی بیماری سے مرجائیگا اور میرے خدا نے یہ ظاہر کیا کہ چھ برس تک لیکھرام بذریعہ قتل نابود ہوجائیگا کیونکہ وہ خدا کے پاک نبی کی بے ادبی میں حد سے گذر گیا اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ اس کے مرنے کے تھوڑی مدت کے بعد پنجاب میں طاعون پھیل جائیگی۔ تمام پیشگوئی میں نے اپنی کتابوں میں بار بار شائع کردی اور یہ بھی شائع کردیا کہ وید درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اب آریہ سماج والوں کو چاہیئے کہ لیکھرام کی نسبت اپنے پرمیشور سے بہت دعا کریں۔ تا وہ اس کو بچالے کیونکہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے ان کا پرمیشور ان کو بچا نہیں سکیگا۔ اور ایسا ہی لیکھرام نے بھی میری نسبت اپنی کتاب میں شائع کردیا کہ یہ شخص تین برس میں ہیضہ کی بیماری سے فوت ہوجائیگا۔ آخر لیکھرام اپنے قتل ہونے سے گواہی دیگیا کہ وید خدا کی طرف سے نہیں ہے ؛

اسی طرح نہ ایک نشان بلکہ ہزارہا نشان ظاہر ہوئے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہیں جن سے روز روشن کی طرح کھل گیا کہ دین اسلام ہی دُنیا میں سچا مذہب ہے اور سب انسانوں کے اختراع ہیں اور یا کسیوقت سچے تھے اور بعد میں وہ کتابیں بگڑ گئیں اے عزیز ہم آپ کی باتوں کو کہ جو کوئی روشن دلیل ساتھ نہیں رکھتیں کیونکر مان لیں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف دعویٰ ہے جس کیساتھ کوئی دلیل نہیں دُنیا میں ایک ادنیٰ مقدمہ بھی جب کسی عدالت میں پیش ہوتا ہے تو ثبوت کے سوائے کسی حاکم کے نزدیک قابل سماعت نہیں ہوتا۔ اور ایسا مدعی ڈگری حاصل نہیں کرسکتا۔ تو پھر نہ معلوم آپ ان خیالات پر کیونکر بھروسہ رکھتے ہیں جو بے ثبوت ہیں۔ خدا ایک ہے اور اُس کی مرضی ایک ہے پھر وہ کیونکر متناقض امور کا مصداق ہوسکتا ہے۔ اور کیونکر ہم ان سب باتوں کو سچّی مان سکتے ہیں کہ عیسیٰ خدا ہے اور رامچندر خدا ہے اور کرشن خدا ہے اور یا کہ خدا ایسا عاجز ہے

کہ ایک ذرہ بھی اُس نے پیدا نہیں کیا۔ وہ مذہب قبولیت کے لائق ہے جو ثبوت کا روشن
چراغ اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ اسلام ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ جو زبردست نشان
اور معجزات اسلام میں ظاہر ہوتے ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں بھی ہوتے ہیں تو
ہم آپ کی اس بات کو بشوق سُنینگے۔ بشرطیکہ آپ اس بات کا ثبوت دیں۔ مگر یاد رکھیں
کہ یہ آپ کے لئے ہرگز ممکن نہیں ہوگا کہ اس زمانہ میں کوئی ایسا زندہ شخص بھی دکھلا
سکیں کہ وہ برکات اور آسمانی نشان جو مجھے ملے ہیں ان میں وہ مقابلہ کر کے دکھلاوے
اب میں آپ کے بعض خیالات کی غلطی کو رفع کرتا ہوں۔

قول آں عزیز۔ خدا نے کافر اور مومن کو اس دنیا میں یکساں حصہ بخشا ہے۔ **اقول**
چونکہ خدا نے ہر ایک کو اپنی طرف بلایا ہے اس لئے سب کو ایسی قوتیں بخشی ہیں کہ اگر وہ
ان قوتوں کو ٹھیک طور پر استعمال کریں تو منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ مگر تجربہ سے
ثابت ہے کہ بجز اس کے کہ کوئی اسلام پر قدم مارے ہر ایک شخص ان قوتوں کو
بے اعتدالی سے استعمال میں لاتا ہے اور منزل مقصود تک نہیں پہنچتا۔

قول آں عزیز۔ بہت مشکل ہے کہ تمام لوگ ایک ہی مذہب پر چلیں۔ **اقول** سچے
طالب کے لئے ہر ایک مشکل سہل کی جاتی ہے۔

قول آں عزیز۔ اگرچہ ریل پر چلنے والے بہت آرام پاتے ہیں لیکن اگر کوئی پیادہ پا
سفر اختیار کرے تو ریل والے اس کو کافر نہیں کہتے۔ **اقول** یہ قول دینی معاملہ پر چسپاں
نہیں ہے اور قیاس مع الفارق ہے۔ خدا کے ملنے کی ایک خاص راہ ہے یعنی
معجزات اور نشانوں سے یقین حاصل ہونا۔ اسی پر تزکیہ نفس موقوف ہے۔ اور یقین
کے اسباب بجز اسلام کے کسی مذہب میں نہیں

قول آں عزیز خدا بے [illegible] نت ہے سو ہم بے انت کو اُسی وقت
محسوس کر سکتے ہیں جب پابندی شرع سے باہر ہو جائیں **اقول** شرع عربی لفظ ہے
جس کے معنی ہیں راہ۔ یعنی خدا کے پانے کی راہ پس آپ کے کلام کا خلاصہ یہہ ہوا کہ
جب ہم خدا کے پانے کی راہ چھوڑ دیں تب ہمیں خدا ملیگا۔ اب آپ خود سوچ لیں کہ

یہ کیسا معقولہ ہے۔

قول آں عزیز۔ ذات پات نہ پوچھے کو۔ ہر کو بھجے سو ہر کا ہو۔ **اقول**۔ یہ سچ بات ہے اس سے اسلام بحث نہیں کرتا کہ کس قوم اور کس ذات کا آدمی ہے جو شخص راہ راست طلب کریگا خواہ وہ کسی قوم کا ہو خدا سے ملیگا۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ خواہ کسی مذہب کا پابند ہو خدا کو مل سکتا ہے۔ کیونکہ جب تک پاک مذہب اختیار نہیں کریگا تب تک خدا ہرگز نہیں پائیگا۔ مذہب اور چیز ہے اور قوم اور چیز۔

قول آں عزیز۔ یہی وجہ ہے کہ پیروان وید نے کسی شخص کی پیروی نجات کے لئے محصور نہیں رکھی۔ **اقول** جس شخص کے نزدیک وید کے مولف کی پیروی نجات کے لئے محصور نہیں وہ وید کا مکذب ہے۔ آپ خود بتلائیں کہ اگر مثلاً ایک شخص وید کے اصولوں اور تعلیموں کو نہیں مانتا نہ نیوگ کو مانتا ہے نہ اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ اولاد کی خواہش کے لئے اپنی زندگی میں اپنی جورو کو ہمبستر کرا دے اور زیادہ اس بات کو نہیں مانتا کہ پرمیشور نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا اور تمام روحیں اپنے اپنے وجود کی آپ ہی خدا ہیں اور زیادہ اگنی وایو۔ سورج وغیرہ کی پرستش کو نہیں مانتا غرض وہ ہر طرح وید کو ردی کی طرح خیال کرتا ہے۔ یہانتک کہ جس پرمیشور کو وید نے پیش کیا ہے اُس کو پرمیشور ہی نہیں جانتا تو کیا ایسے آدمی کے لئے نجات ہے یا نہیں۔ اگر نجات ہے تو آپ وید سے ایسی شرتی پیش کریں جو ان معنوں پر مشتمل ہو اور اگر نجات نہیں تو پھر آپ کا یہ قول صحیح نہ ہوا کیونکہ ہم لوگ بھی تو صرف اس قدر کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن شریف کی تعلیموں کو نہیں مانتا اُس کو ہرگز نجات نہیں اور اس جہان میں وہ اندھے کی طرح بسر کریگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ومن یتبغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخسرین**۔ یعنی قرآن نے جو دین اسلام پیش کیا ہے جو شخص قرآنی تعلیم کو قبول نہیں کریگا وہ مقبول خدا ہرگز نہ ہوگا۔ اور مرنے کے بعد وہ زیانکاروں میں ہوگا۔ یہ کہنا کہ کسی شخص کی پیروی وید کی رو سے درست نہیں یہ غلط ہے۔ جب اُس کی کتاب کی پیروی کی تو خود اُس کی پیروی ہو گئی۔ اگر ہند و صاحبان

ویدک پیروی نہیں کرتے تو پھر وید کو پیش کیوں کرتے ہیں

قرآن عزیز۔ ہر ملت اور ہر مذہب میں صاحب کمال گذرے ہیں۔ ۲ **قول**۔ زمانہ موجودہ میں بطور ثبوت کے کسی صاحب کمال کو پیش کرنا چاہیئے۔ کیا آپ کے نزدیک پنڈت لیکھرام صاحب کمال تھا یا نہیں جس کو آجتک آریہ سماجی لوگ روتے ہیں۔

میں نے آں محب کی دلجوئی کے لئے باوجود کم فرصتی کے یہ چند سطریں لکھی ہیں اُمید کہ اسپر غور فرمائینگے۔ خاکسار غلام احمدؑ۔ قادیان ۴ اجون ۱۹۰۳ء

پنڈت کھڑک سنگھ کے نام

پنڈت کھڑک سنگھ ایک آریہ تھا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آج سے ۴۳ برس پیشتر قادیان میں گفتگو کرنے آیا اور بعض مذہبی مسائل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے گفتگو بھی کی اور لاجواب ہوگیا۔ پھر جب وہ قادیان سے گیا تو آریہ مذہب سے بیزار ہو چکا تھا۔ چنانچہ بالآخر وہ آریہ تو نہ رہا اور عیسائی ہوگیا۔ اور آریہ مذہب کی تردید کا جو طریق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سیکھا تھا اسی طریق پر عیسائی ہو کر آریوں کے خلاف کئی رسالے لکھ ڈالے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسپر اتمام حجت کی غرض سے **قرآن مجید** کے کلام الٰہی ہونے کے ثبوت میں مندرجہ ذیل سوال لکھ کر بھیجا تھا۔ مگر آخری وقت تک پنڈت کھڑک سنگھ اس کا جواب نہ دیسکا اور اس سوال کو ہی ہضم کر گیا۔ یہ مضمون قریباً آج سے ۴۴ برس پیشتر کا لکھا ہوا ہے۔ یعقوب علی عفی اللہ عنہٗ

قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی بڑی بھاری نشانی تو یہ ہے کہ اس کی ہدایت سب ہدایتوں سے کامل تر ہے اور اس دنیا کی حالت موجودہ میں جو خرابیاں پڑی ہوئی ہیں قرآن مجید سب کی اصلاح کر نیوالا ہے۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ قرآن مجید اور کتابوں کی

طرح مثل کتھا کی نہیں ہے۔ بلکہ مدلل طور پر ہر ایک امر پر دلیل قائم کرتا ہے اس دوسری
نشانی پر ۔ ۔ ۔ ۔ بنام کھڑک سنگھ وغیرہ ہم نے پانسو روپیہ کا اشتہار بھی دیا تا کوئی پنڈت وید
میں یہ صفت ثابت کر کے دکھلا دے کہ وید نے کن دلائل سے اپنے عقائد کو ثابت
کیا ہے۔ مگر آجتک کسی کو توفیق نہوئی کہ دم بھی مار سکے۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ وید میں
نہ انجیل میں نہ توریت میں ہرگز طاقت نہیں کہ کسی فرقہ مخالف کا رد مثلاً دہریہ کا رد یا
طبیعیہ کا رد یا ملحدوں کا رد یا منکر الہام کا رد یا منکر نبوت کا رد یا بت پرست کا رد یا منکر
نجات کا رد یا منکر عذاب کا رد یا منکر وحدانیت باری کا رد یا کسی اور منکر کا رد دلائل قطعیہ
سے کر کے دکھا دے۔ یہ سب کتابیں تو مثل مردہ کے پڑی ہیں کہ جس میں جان نہو۔
کھڑک سنگھ جو لڑکوں کو بہکاتا ہے کہ وید میں سب کچھ لکھا ہے جو وہ سچا ہے تو ہم اُسکو
پانسو روپیہ دینا کرتے ہیں ہم سے ڈھونڈو لکھا لے کسی فرقہ کی رد میں جو وید میں درج ہوں
دو تین جز بمقابلہ فرقان مجید لکھ کر دکھا دے۔ یا خدا کی خالقیت سے عاجز ہونے پر یا
نجات ابدی نہ دینے سے عاجز ہونے پر۔ بمقابلہ ہمارے دلائل کی وید سے دلائل نکال
کر لکھے اور پانسو روپیہ فی الفور ہم سے لے۔ اور وہ جو کہتا ہے کہ فرقان مجید توریت
و انجیل سے نکالا گیا ہے تو اُس کو چاہئے کہ اگر وید سے کام نہیں بنتا تو توریت و انجیل
سے مدد لے۔ اور اگر توریت یا انجیل وہ دلائل جو فرقان مجید پیش کرتا ہے پیش کر دینگے
تو ہم تب بھی کھڑک سنگھ کو پانسو روپیہ نقد دینگے۔ ایک نوٹ نمونہ تعدادی پانسو روپیہ
بھی لکھ کر ہم بھیجدیتے ہیں لیکن اگر اس کے جواب میں خاموش رہے اور کچھ غیرت
اور شرم اُس کو نہ آوے تو معلوم کرنا چاہئے کہ بڑا بیحیا اور بے شرم ہے کہ ایسی پاک اور
مقدس کتاب کی ہتک کرتا ہے کہ جس کی ثانی حکمت اور فلسفہ میں اور کوئی کتاب نہیں
تین ماہ سے بنام اُس کے بوعدہ انعام پانسو روپیہ ہمارا مضمون چھپ رہا ہے اُسنے
آجتک کونسے دلائل وید کے پیش کرے۔ شرم چہ کتی است کہ پیش مرداں بیاید
اور پہلی نشانی جو ہم نے عنوان اس مضمون میں لکھی ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ فرقان
مجید اپنے احکام میں سب کتابوں سے کاملتر ہے اور ہماری موجودہ حالت کے مین

مطابق ہے - اور جس قدر فرقان مجید میں احکام ہدایت حسب حالت موجودہ دنیا
کے مندرج ہیں کسی اور کتاب میں ہرگز نہیں - اگر کھڑک سنگھ وید - توریت - انجیل میں
یہ سب احکام نکالدیں تو اسپر بھی ہم پانسو روپیہ دینے کی شرط کرتے ہیں اگر کچھ شرم ہوگی تو
ضرور بمقابلہ اُس کے وید سے بحوالہ پتہ و نشان لکھیگا ورنہ خود یہ لڑکے جنکو یہ بہکا رہا ہے
سمجھ جاوینگے یہ جھوٹا ہے - کون منصف اس عذر کو سن سکتا ہے کہ ایک آدمی کہتا ہے
کہ تمھارا وید محض ناقص ہے - تم یہ احکام وید سے نکالدو اگر ناقص نہیں تم یہ جواب
دیتے ہو - ہمیں فرصت نہیں - وید یہاں موجود نہیں - بھلا یہ کیا جواب ہے - اس جواب سے
تو تم جھوٹے ٹھہرتے ہو - جس حالت میں ہم پانسو روپیہ نقد دینا کرتے ہیں تو ہنو لکھدیتے ہیں
رجسٹری کرا دیتے ہیں تو پھر تمھارا وید بھی اگر کچھ چیز ہے تو کس دن کے واسطے رکھا ہوا ہے
دس بیس دن کی مہلت سے لو دیانند کو اپنا مددگار بنا لو ہم کو وہ احکام نکالدو جو ہم نیچے فرقان
مجید سے نکال کر لکھیں گے یا یہ اقرار کرو کہ یہ احکام ہمارے نزدیک ناجائز ہیں تب پھر
اُن کے ناجائز ہونیکا نمبروار وید سے حوالہ دو - غرض تم ہمارے ہاتھ سے کہاں بھاگ
سکتے ہو اور یہ جو تم محض شرارت سے بارادہ توہین حضرت خاتم الانبیاء کی نسبت بدزبانی
کرتے ہو یہ محض تمھاری بداصلی ہے اپنے پرچہ میں بھی تم نے ایسی ایسی اہانت سب
پیغمبروں کی نسبت لکھی ہے ہمکو خدا نے یہ شرف بخشا ہے کہ ہم سب پیغمبروں کی تعظیم
کرتے ہیں اور جیسا کہ خدا نے ہمکو فرمایا ہے بنجات سب مخلوقات کی اسلام میں سمجھتے ہیں
تم کو اگر حضرت خاتم الانبیاء پر کچھ اعتراض ہے تو زبان تہذیب سے وہ اعتراض جو
سب سے بھاری ہو تحریر کر کے پیش کرو - ہم تمسک لکھدیتے ہیں کہ اگر وہ اعتراض
تمھارا صحیح ہوا تو ہزار روپیہ ہم تم کو دینگے اور تم ایک تمسک لکھدو کہ اگر یہ اعتراض جھوٹا
نکلا تو سو روپیہ بطور حرجانہ تم ہم کو دوگے - اور اب اگر ہماری یہ تحریر سنکر چپ ہو جاؤ اور اس
شرط پر بحث شروع نہ کرو تو ہر ایک منصف سمجھ جائیگا کہ وہ سب توہین تم نے بے ایمانی
سے کی ہے - اکثر لوگوں کا اکثر قاعدہ ہے کہ آفتاب پر تھوکتے ہو اور بجھا ہوا چراغ لئے
بیٹھے ہو دنیا کو بڑی چیز سمجھ رکھا ہے کہ موت سے ڈرتے نہیں - ورنہ ایسے آفتاب

کی توہین کرنا جو لوازمہ دنیا کا ہے نری بے ایمانی ہے۔ جھوٹے آدمی کی یہ نشانی ہے کہ جاہلوں کے روبرو تو بہت لاف وگزاف مارتے ہیں مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت تو دیکر جاؤ حیران ہو جاتے ہیں........ اب ہم نیچے وہ احکام فرقان مجید لکھتے ہیں کہ جن میں ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ وید میں یہ تمام احکام ضروریہ ہرگز موجود نہیں اس لئے وید ناقص تعلیم ہے۔ اور تم کہتے ہو کہ ہیں اور ہم کہتے ہیں ہرگز نہیں۔ اور لعنت اُس شخص پر کہ جھوٹا ہے

اول خدا کی نسبت جو احکام فرقان مجید کے ہیں۔ خلاصہ آیات کا نیچے لکھتا ہوں۔

(۱) تم خدا کو اپنے جسموں اور روحوں کا رب سمجھو۔ جس نے تمہارے جسموں کو بنایا اور جس نے تمہاری روحوں کو بنایا۔ وہی تم سب کا خالق ہے اُس بن کوئی چیز موجود نہیں ہوتی

(۲) آسمان اور زمین اور سورج اور چاند اور جتنی نعمتیں زمین آسمان میں نظر آتی ہیں یہ کسی عمل کنندہ کے عمل کی پاداش نہیں محض خدا کی رحمت ہے۔ کسی کو یہ دعویٰ نہیں پہنچتا کہ میری نیکیوں کی عوض میں خدا نے سورج بنایا یا زمین بچھائی یا پانی پیدا کیا۔

(۳) تو سورج کی پرستش نہ کر۔ تو چاند کی پرستش نہ کر تو آگ کی پرستش مت کر تو پتھر کی پرستش مت کر تو مشتری ستارہ کی مت پوجا کر تو کسی آدم زاد یا کسی اور جسمانی چیز کو خدا مت سمجھ کہ یہ سب چیزیں تیری ہی نفع کے واسطے ہم نے پیدا کی ہیں ؎

(۴) بجز خدا کے کسی چیز کی بطور حقیقی تعریف مت کر کہ سب تعریفیں اُسی کی طرف راجع ہیں بجز اس کے کسی کو اُس کا وسیلہ مت سمجھ کہ وہ تجھ سے تیری رگ جان سے بھی زیادہ نزدیک تر ہے

(۵) تو اُسکو ایک سمجھ کہ جس کا کوئی ثانی نہیں۔ تو اس کو قادر سمجھ جو کسی فعل قابل تعریف سے عاجز نہیں۔ تو اُس کو رحیم اور فیاض سمجھ کہ جس کی رحم اور فیض پر کسی عامل کے

عمل کو سبقت نہیں۔ دویم حالت موجودہ دنیا کی۔ مطابق گناہوں کے

نسبت

(۱) تو سچ بول اور سچی گواہی دے اگرچہ اپنے حقیقی بھائی پر ہو۔ یا باپ پر ہو یا ماں پر یا کسی اور پیارے پر ہو اور حقانی طرف سے الگ مت ہو۔

(۲) تو خون مت کر کیونکہ جس نے ایک بیگناہ کو مار ڈالا وہ ایسا ہے کہ جس نے سارے جہان کو قتل کر دیا۔

(۳) تو اولادکشی اور دخترکشی مت کر تو اپنے نفس کو آپ قتل مت کر تو کسی کا فرد ظلم کا مددگار مت ہو تو زنا مت کر۔

(۴) تو کوئی ایسا فعل مت کر جو دوسرے کا ناحق باعث آزار ہو۔

(۵) تو قمار بازی نہ کر تو شراب مت پی تو سود مت لے اور جو اپنے لئے اچھا سمجھتا ہے وہی دوسرے کے لئے کر

(۶) تو نامحرم پر ہرگز آنکھ مت ڈال نہ شہوت سے نہ خالی نظر سے کہ یہ تیرے لئے ٹھوکر کھانے کی جگہ ہے۔

(۷) تم اپنی عورتوں کو میلوں اور محفلوں میں مت بھیجو اور اُن کو ایسے کاموں سے بچاؤ کہ جہاں وہ ننگی نظر آویں۔ تم اپنی عورتوں کو زیور چھنکاتی ہوئی خوش اور پسند لباس کوچوں اور بازاروں اور میلوں کی سیر سے منع کرو۔ اور اُن کو نامحرموں کی نظر بازی سے بچاتے رہو۔

تم اپنی عورتوں کو تعلیم دو اور دین اور عقل اور خدا ترسی میں اُن کو پختہ کرو اور اپنے لڑکوں کو علم پڑھاؤ۔

(۸) تو جب حاکم ہو کر کوئی مقدمہ کرے تو عدالت سے کر اور رشوت مت لے اور جب تو گواہ ہو کر پیش ہو تو سچی سچی گواہی دیدے۔ اور جب تیرے نام حاکم کی طرف سے بغرض ادا کسی گواہی کے حکم طلبی کا صادر ہو تو خبردار حاضر ہونے سے انکار مت کیجو اور عدول حکمی مت کیجو۔

(۹) تو خیانت مت کر تو کم وزنی مت کر اور پورا پورا تول تو جنس ناقص کو عمدہ کی جگہ مت بیچ تو جعلی دستاویز مت بنا اور اپنی تحریر میں جعلسازی نہ کر تو کسی پر تہمت مت لگا اور کسی کو الزام مت دے کہ جسکی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں

(۱۰) تو چغلی نہ کر تو گلہ نہ کر تو شماتی مت کر اور جو تیرے دل میں نہیں وہ زبان پر مت لا۔

(۱۱) تیرے پر تیرے ماں باپ کا حق ہے جنہوں نے تجھے پرورش کیا۔ بھائی کا حق محسن کا حق ہے سچے دوست کا حق ہے۔ ہمسایہ کا حق ہے۔ ہموطنوں کا حق ہے تمام دنیا کا حق ہے۔ سب سے رتبہ برتبہ ہمدردی سے پیش آ۔

(۱۲) شرکاء کے ساتھ بدمعاملگی مت کر۔ یتیموں اور ناقابلوں کے مال کو خورد برد مت کر

(۱۳) اسقاط حمل مت کر۔ تمام قسموں زنا سے پرہیز کر کسی عورت کی عزت میں خلل ڈالنے کے لئے اُسپر کوئی بہتان مت لگا

(۱۴) سو بخدا ہو اور رو بدنیا ہو کہ دنیا ایک گذر جانے والی چیز ہے اور وہ جہاں ابدی جہان ہے بغیر ثبوت کامل کے کسی پر نالائق تہمت مت لگا کہ دلوں اور کانوں اور آنکھوں سے قیامت کے دن مواخذہ ہوگا۔

(۱۵) کسی سے جبراً کوئی چیز مت چھین اور قرض کو عین وقت پر ادا کر اور اگر تیرا قرضدار نادار ہے تو اُس کو قرض بخشدے۔ اور اگر اتنی طاقت نہیں تو قسطوں سے وصول کر لیکن تب بھی اُس کی وسعت وقت دیکھ لے ؛

(۱۶) کسی کے مال میں لاپروائی سے نقصان مت پہنچا اور نیک کاموں میں مدد دے

(۱۷) اپنے ہمسفر کی خدمت کر اور اپنے مہمان سے تواضع سے پیش آ۔ سوال کرنے والے کو خالی مت پھیر اور ہر ایک جاندار بھوکے پیاسے پر رحم کر

(۱۸) لوگوں کے راز جوئی مت کر اور کسی کے گھر میں بغیر اُس کی اجازت کے اندر مت جا اور کسی شخص کو دھوکہ دینے کی نیت سے کوئی کام مت کر دغا اور فریب اور نفاق سے دور رہ اور ہر ایک شخص سے صفا دلی سے معاملہ کر اور یتیموں اور ہمسایوں

اور غریبوں خواہ رشتہ دار ہوں خواہ غیر تعلق والے ہوں اور ساتھ والے مسافروں اور راہ گیروں اور غلاموں پر مہربانی کرو (خاکسار غلام احمد عفی اللہ عنہ)

ڈاکٹر جگنناتھ صاحب ملازم ریاست جموں کے نام

ڈاکٹر جگنناتھ صاحب ملازم ریاست جموں سے آسمانی نشان دکھلانے کے متعلق جو خط و کتابت بتوسل حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ہوئی تھی اُس کے متعلق کسی انٹروڈکٹری نوٹ کی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اس خط سے پہلے جسکا یہاں درج کرنا مقصود ہے ایک تمہیدی نوٹ لکھدیا ہے میں اسے ہی درج کردیتا ہوں - یعقوب علی -

ڈاکٹر جگنناتھ صاحب ملازم ریاست جموں کو آسمانی نشانوں کی طرف دعوت

میرے مخلص دوست اور للّٰہی رفیق اخویم حضرت مولوی حکیم نوردین صاحب فانی فی ابتغاء مرضات ربانی ملازم و معالج ریاست جموں نے ایک عنایت نامہ مورخہ ۷ جنوری ۱۸۹۲ء اس عاجز کی طرف بھیجا ہے٭ جس کی عبارت کسیقدر نیچے لکھی

٭ حضرت مولوی صاحب کے محبت نامہ موصوفہ کے چند فقرے لکھتا ہوں - غور سے پڑھنا چاہئے نہ معلوم کہ کہانتک رحمانی فضل سے ان کو انشراح صدر و صدق قدم و یقین کامل عطا کیا گیا ہے اور وہ فقرات یہ ہیں "عالی جناب مرزا جی مجھے اپنے قدموں میں جگہ دو - اللہ کی رضامندی چاہتا ہوں اور جسطرح وہ راضی ہوسکے طیار ہوں اگر آپ کے مشن کو انسانی خون کی آبپاشی ضرور ہے تو یہ نابکار (مگر محب انسان) چاہتا ہے کہ اس کام میں کام آوے" تمام کلامہ جزاہ اللہ

حضرت مولوی صاحب جو انکسار اور ادب اور ایثار مال و عزت اور جانفشانی میں فانی ہیں وہ خود نہیں بولتے بلکہ اُن کی روح بول رہی ہے - درحقیقت ہم اُسیوقت سچے بندے ٹھہر سکتے ہیں کہ جو خداوند منعم نے

اور وہ یہ ہے۔ خاکسار نابکار نور الدین

بحضور خدام والا مقام حضرت مسیح الزمان سلمہ الرحمن السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ کے بعد بہ کمال ادب عرض پرداز ہے۔ غریب نوازا۔ پریروز ایک عرضی خدمتمیں روانہ کی اس کے بعد یہاں جموں میں ایک عجیب طوفان بے تمیزی کی خبر پہنچی جسکو بضرورت تفصیل کے ساتھ لکھنا مناسب سمجھتا ہوں ازالہ اوہام میں حضور والا نے ڈاکٹر جگن ناتھ کی نسبت ارقام فرمایا ہے کہ وہ گریز کر گئے اب ڈاکٹر صاحب نے بہت سے ایسے لوگوں کو جو اس معاملہ سے آگاہ تھے کہا ہے۔ سیاہی سے یہ بات لکھی گئی ہے۔ سرخی سے اسپر قلم پھیر دو۔ میں نے ہرگز گریز نہیں کیا اور نہ کسی نشان کی تخصیص چاہی۔ مردہ کا زندہ کرنا میں نہیں چاہتا اور نہ خشک درخت کا ہرا ہونا۔ یعنی بلا تخصیص کوئی نشان چاہتا ہوں۔ جو انسانی طاقت سے بالا تر ہو۔

اب ناظرین پر واضح ہو کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے ایک خط میں نشانوں کو تخصیص کے ساتھ طلب کیا تھا جیسے مردہ زندہ کرنا وغیرہ اس پر ان کی خدمتمیں خط لکھا گیا کہ تخصیص ناجائز ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے ارادہ اور اپنے مصالح کے موافق نشان ظاہر کرتا ہے۔ اور جبکہ نشان کہتے ہی اس کو ہیں جو انسانی طاقتوں سے بالا تر ہو تو پھر تخصیص کی کیا حاجت ہے۔ کسی نشان کے آزمانے کے لئے یہی طریق کافی ہے کہ انسانی طاقتیں اس کی نظیر نہ پیدا کر سکیں۔ اس خط کا جواب ڈاکٹر صاحب نے کوئی نہیں دیا تھا اب پھر ڈاکٹر صاحب نے نشان دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور مہربانی فرما کر اپنی اس پہلی قید کو اٹھا لیا ہے اور صرف نشان چاہتے ہیں۔ کوئی نشان ہو مگر انسانی طاقتوں سے بالا تر ہو لہذا آج ہی کی تاریخ

بقیہ حاشیہ ؎ ہیں دیا ہم اس کو واپس دیں یا واپس دینے کے لئے تیار ہو جائیں ہماری جان اس کی امانت ہے اور وہ فرماتا ہے کہ ؎ تؤدوا الامانات الی اھلھا ؎
سر کہ نہ در پائے عزیزش رود ؎ بار گراں است کشیدن بدوش مندم

یعنی ۱۱۔ جنوری ۱۸۹۲ء کو سروز دوشنبہ ڈاکٹر صاحب کی خدمتیں مکرراً دعوت حق کے طور پر ایک خط رجسٹری شدہ بھیجا گیا ہے جس کا یہ مضمون ہے کہ آپ بلاتخصیص کسی نشان دیکھنے پر سچے دل سے مسلمان ہونے کے لئے طیار ہیں تو اخبارات[1] مندرجہ حاشیہ میں حلفاً یہ اقرار اپنی طرف سے شائع کر دیں کہ میں جو فلاں ابن فلاں ساکن بلدہ فلاں ریاست جموں میں برعہدہ ڈاکٹری متعین ہوں اسوقت حلفاً یہ اقرار صحیح سراسر نیک نیتی اور حق طلبی اور خلوص دل سے کرتا ہوں کہ اگر میں اسلام کی تائید میں کوئی نشان دیکھوں جس کی نظیر مشاہدہ کرانے سے میں عاجز آجاؤں اور انسانی طاقتوں میں اُس کا کوئی نمونہ انھیں تمام لوازم کے ساتھ دکھلا نہ سکوں تو بلاتوقف مسلمان ہو جاؤنگا۔ اس اشاعت اور اس اقرار کی اس لئے ضرورت ہے کہ خدائے قیوم وقدوس بازی اور کھیل کی طرح کوئی نشان دکھلانا نہیں چاہتا جب تک کوئی انسان پوری انکسار وہدایت یابی کی غرض سے اُس کی طرف رجوع نہ کرے۔ تب تک وہ بنظر رحمت رجوع نہیں کرتا۔ اور اشاعت سے خلوص اور پختہ ارادہ ثابت ہوتا ہے اور چونکہ عاجز نے خدا تعالیٰ کے اعلام سے ایسے نشانوں کے ظہور کے لئے ایکسال کے وعدہ پر اشتہار دیا ہے سو وہی میعاد ڈاکٹر صاحب کے لئے قائم رہیگی۔ طالب حق کے لئے یہ کوئی بڑی میعاد نہیں۔ اگر میں ناکام رہا تو ڈاکٹر صاحب جو سزا اور تاوان میری مقدرت کے موافق میرے لئے تجویز کریں وہ مجھے منظور ہے اور بخدا مجھے مغلوب ہونے کی حالتیں سزائے موت سے بھی کچھ عذر نہیں

ہماں بہ کہ جاں در رہ او فشانم ٭ جہاں راچہ نقصاں اگر من نہ مانم

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

---

[1] پنجاب گزٹ سیالکوٹ اور رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور اور ناظم الہند لاہور اور اخبار عام لاہور۔ اور نور افشاں لودیانہ ۱۲

بنام پنڈت لیکھرام آریہ مسافر

اصل خط نہیں بلا صرف اس خط کے اقتباس لیکھرام کی تکذیب سے ملے ہیں۔ اس لئے ان کو ہی مفصّل درج کر دیا جاتا ہے بہرحال اس اقتباس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا لکھا ہوگا۔ (ایڈیٹر)

پہلے اشتہار میں لم عہ اسبان۔ ۲۴۰۰ دینے کا وعدہ ضرور ہوا ہے مگر پیشگی جمع کر دینے کی شرط نہیں کی تھی۔ چونکہ آپ نے میرے وعدہ کو معتبر نہ سمجھا اور یہ زائد شرط لگائی کہ زر معہودہ کسی بنک سرکاری میں جمع کر دیا جائے اس صورت میں میرے لئے برخلاف اس اشتہار کے استحقاق پیدا ہو گیا کہ چوبیس سو روپیہ بالمقابل پیشگی امانت رکھاویں۔

اخیر پر آپ اس قسم کے نشانوں کو قبول کرتے ہیں کہ ستاروں۔ آفتاب و ماہتاب کے تغیر و تبدل وغیرہ پر مشتمل ہوں

پنڈت صاحب! ہمارا یہ کام ہرگز نہیں کہ ہم جس طور سے کوئی شخص زمین و آسمان میں انقلاب پیدا کرنا چاہے اس طور سے انقلاب کر کے دکھاویں۔ ہم صرف بندہ مامور ہیں ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کس طور کا نشان ظاہر کریگا۔ ہم جانتے اور سمجھتے ہیں کہ نشان اس شے کا نام ہے کہ انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو ہمارا دعویٰ صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ صرف ایسا نشان دکھلائیگا جس کے مقابلہ سے انسانی طاقتیں عاجز ہوں۔

لفظ نشان کو اپنی اصطلاح میں معجزہ قرار دیکر یہ تعریف لکھتے ہو کہ اس کے مقابلہ سے انسانی طاقتیں عاجز ہوں تو واقعی یہ معنی معجزہ کے درست ہیں کہ مشاہدین فوراً عاجز ہو کر مشاہدہ کرنے والے پر ایمان لاویں۔ اور دور تک موثر ہووے۔ غرضیکہ اظہر من الشمس ہونا چاہئے

خاکسار مرزا غلام احمد۔ از قادیان

۳۱ جولائی ۱۸۸۵ء

مینجر گروکل گوجرانوالہ کے نام

فروری ۱۹۰۸ء کو گوجرانوالہ گروکل کے مینجر کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں متواتر خطوط وہاں کی مذہبی کانفرنس میں شمولیت کے لئے آئے یہ کانفرنس آریوں کی طرف سے قرار پائی تھی۔ اس کانفرنس میں مختلف مذہب کے لیڈروں کو مدعو کیا گیا تھا۔ اور ہر ایک کے لئے نصف گھنٹہ مقرر کیا تھا کہ وہ تقریر کریں نصف گھنٹہ میں مذہب جیسی چیز کا فیصلہ آریوں کے نزدیک آسان ہو تو یہ امر دیگر ہے لیکن جو شخص مذہب کی حقیقت اور صداقت کو کھول کر بیان کرنا چاہتا ہو اس کے لئے یہ ہنسی کی بات ہے۔ بہرحال وہاں کے مینجر صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں متواتر خطوط لکھے اور وقت کی توسیع کے لئے جب ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے یہی کہا کہ آپ جلسہ مذاہب میں ضرور تشریف لاویں سب کے واسطے نصف گھنٹہ مقرر کیا ہے اور ایک عالم کیواسطے یہ وقت کافی ہے اس خط کا جواب حضرت اقدس نے مفتی صاحب (برادرم محمد صادق) کو زبانی فرما دیا کہ یہ لکھدو۔ چنانچہ مفتی صاحب نے وہ خط لکھدیا۔ چونکہ یہ حضرت اقدس ہی کی طرف سے ہے اور حضرت ہی کے کلمات ہیں اس لئے اس کو درج کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)

جناب مینجر صاحب گروکل گوجرانوالہ التسلیم

آپکا دوسرا خط حضرت کی خدمت میں پہنچا جس میں آپ نے ظاہر کیا ہے کہ آپ نصف گھنٹہ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتے اور کہ ایک عالم کے واسطے بسبب اس کے علم کے اتنا وقت کافی ہے۔ بجواب گذارش ہے کہ حضرت فرماتے ہیں:۔ کہ اہم مذہبی امور پر گفتگو کرنے کے واسطے اتنا تھوڑا وقت کسی صورت

15/6

میں کافی نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے ہم ایسی مجلس میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اگر آپ کم از کم تین گھنٹہ وقت ہمارے مضمون کے واسطے رکھتے تو ممکن تھا کہ ہم خود جاتے یا اپنا کوئی فاضل دوست اپنا مضمون دیکر بھیجدیتے۔ ہم کسی طرح سمجھ ہی نہیں سکتے کہ ایسے مضامین عالیہ میں صرف آدھ گھنٹے کی تقریر کافی ہے ہم رسوم کے پابند نہیں بلکہ ہم پابند احقاق حق ہیں۔ باقی آپ کا یہ فرمانا کہ بڑے عالم کیواسطے نصف گھنٹہ کافی ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ یہ بات آپ کیونکر درست قرار دیتے ہیں جبکہ آپ کے وید مقدس لکھنے والوں نے اپنی باتوں کو ختم نہ کیا جبتک کہ وہ ایک گدھے کے بوجھ کے برابر ہو گئے تو پھر آپ ہم سے یہ اُمید کیونکر رکھتے ہیں۔ ایک نکتہ معرفت کا قبل از تکمیل گلا گھونٹنا در حقیقت سچائی کا خون کرنا ہے جسکو کوئی راستباز پسند نہ کریگا۔ اگر علم و فضل کا معیار حد درجہ کے اختصار اور تھوڑے وقت میں ہوتا تو چاہئے کہ وید صرف چند سطروں میں ختم ہو جاتا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس تھوڑے وقت نے مجھے اس اشتراک سے محروم رکھا۔ کیا خدا تعالیٰ کی ذات صفات کی نسبت کچھ بیان کرنا اور پھر روح اور مادہ میں جو کچھ فلاسفی مخفی ہے اس کو کھولنا آدھ گھنٹہ کا کام ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ لفظ ہی سوء ادب میں داخل ہے۔

جن لوگوں کو محض شراکت کا فخر حاصل کرنا مقصود ہے وہ جو چاہیں کریں مگر ایک محقق ناتمام تقریر پر خوش نہیں ہو سکتا۔ سچائی کو ناتمام چھوڑنا ایسا ہے جیسا کہ بچہ اپنے پورے دنوں سے پہلے پیٹ سے ساقط ہو جائے۔ آئندہ آپ کا اختیار ہے

خادم مسیح موعودؑ

محمد صادق عفی اللہ عنہ۔ ۱۷ فروری ۱۹۰۷ء

سوامی دیانند سرستی کے نام اعلان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مضمون ابطال تناسخ پر بوعدہ انعام پانچسو روپیہ لکھ کر رسالہ ہندو باندھو لاہور میں چھپوایا تھا۔ سوامی دیانند صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مباحثہ کی دعوت دی اور بعض آریوں کی معرفت پیام بھی بھیجا۔ حضرت مسیح موعود نے پسند نہ کیا کہ یہ کارروائی مخفی رہے۔ اس لئے سوامی جی کی دعوت مباحثہ کا جواب بذریعہ ایک چھپے ہوئے **اعلان** کے جو بمنزلہ **کھلی چٹھی** تھا دیدیا۔ اس کو میں یہاں درج کرتا ہوں اور اس لحاظ سے کہ ناظرین پورا لطف اُٹھا سکیں اس سے پہلے وہ مضمون درج کر دیا جاتا ہے تاکہ جہاں ایک طرف ریکارڈ مکمل ہو جاوے وہاں ناظرین کو اس کیفیت کے سمجھنے میں سہولیت ہو اس اعلان کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کو اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے ایک خاص جوش بخشا گیا تھا اور آپ کسی ایسے موقعہ کو ہاتھ سے نہیں دیتے تھے یہ اعلان ۱۸۷۸ء کا ہے گویا آج سے قریباً ۵۳ سال پہلے کی بات ہے جبکہ نہ کوئی دعویٰ تھا نہ جماعت تھی ہاں خدا تعالیٰ کی تائید آپ کے ساتھ تھی اور وہ ابتدائی وقت تھا جبکہ خدا تعالیٰ کا کلام آپ پر نازل ہو رہا تھا

بہر حال وہ مضمون اعلان حسب ذیل ہے (ایڈیٹر)

ابطال تناسخ

ومقابلہ

وید و فرقان

{اعلان متعلقہ مضمون ابطال تناسخ ومقابلہ وید وفرقان مع اشتہار پانسو روپیہ جو پہلے بھی بہ مباحثہ باوا صاحب مشتہر کیا گیا تھا}

ناظرین انصاف آئین کی خدمت بابرکت میں واضح ہو کہ باعث مشتہر کرنے اس

اعلان کا یہ ہے کہ عرصہ چند روز کا ہوا ہے کہ پنڈت کھڑک سنگھ صاحب ممبر آریہ سماج
امرتسر قادیان میں تشریف لائے اور مستدعی بحث کے ہوئے۔ چنانچہ حسب خواہش ان
کے در بارہ تناسخ اور مقابلہ وید و قرآن کے گفتگو کرنا قرار پایا۔ برطبق اس کے ہم نے
ایک مضمون جو اس اعلان کے بعد میں تحریر ہوگا ابطال تناسخ میں اس التزام سے
مرتب کیا کہ تمام دلائل اس کے قرآن مجید سے لئے گئے اور کوئی بھی ایسی دلیل نہ
لکھی کہ جس کا ماخذ اور منشا قرآن مجید نہ ہو۔ اور پھر مضمون جلسہ عام میں پنڈت
صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا تا کہ پنڈت صاحب بھی حسب قاعدہ ملتزمہ ہمارے
کے اثبات تناسخ میں ویدکی شرتیاں پیش کریں اور اسطور سے مسئلہ تناسخ کا
فیصلہ پا جائے اور وید اور قرآن کی حقیقت بھی ظاہر ہو جائے کہ ان میں سے
کون غالب اور کون مغلوب ہے اسپر پنڈت صاحب نے بعد سماعت تمام
مضمون کے دلائل وید کے پیش کرنے سے عجز مطلق ظاہر کیا اور صرف دو شرتیاں
رگوید سے پیش کیں کہ جن میں اُن کے زعم میں تناسخ کا ذکر تھا اور اپنی طاقت سے
بھی کوئی دلیل پیش کردہ ہماری کو رد نہ کر سکے حالانکہ اُن پر واجب تھا کہ بمقابلہ دلائل
فرقانی کے اپنے وید کا بھی کچھ فلسفہ ہمکو دکھلاتے اور اس دعوے کو جو پنڈت دیانند
صاحب مدت دراز سے کر رہے ہیں کہ وید سرچشمہ تمام علوم فنون کا ہے ثابت کرتے
لیکن افسوس کہ کچھ بھی نہ بول سکے اور دم بخود رہگئے اور عاجز اور لاچار ہو کر اپنے گاؤں
کی طرف سدھار گئے۔ گاؤں میں جا کر پھر ایک مضمون بھیجا جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ ان کو ابھی بحث کرنیکا شوق باقی ہے اور مسئلہ تناسخ میں مقابلہ وید اور قرآن کا
بذریعہ کسی اخبار چاہتے ہیں سو بہت خوب ہم پہلے ہی تیار ہیں۔ مضمون ابطال تناسخ
جس کو ہم جلسہ عام میں گوش گذار پنڈت صاحب موصوف کر چکے ہیں وہ تمام مضمون
دلائل و براہین قرآن مجید سے لکھا گیا ہے اور جا بجا آیات فرقانی کا حوالہ ہے۔ پنڈت
صاحب پر لازم ہے کہ مضمون اپنا دلائل بید سے بمقابلہ مضمون ہمارے کے مرتب
کیا ہو۔ پرچہ سفیر ہند یا برادر ہند یا آریا درپن میں طبع کرا دیں۔ پھر آپ ہی دانا لوگ

دیکھ لینگے اور بہتر ہے کہ ثالث اور منصف اس مباحثہ تنقیح فضیلت وید اور قرآن میں دو شریف اور فاضل آدمی مسیحی مذہب اور برہمو سماج سے جو فریقین کے مذہب سے بے تعلق ہیں مقرر کئے جاویں سو میری دانست میں ایک جناب پادری رجب علی صاحب جو خوب محقق مدقق ہیں اور دوسرے جناب پنڈت شیو نراین صاحب جو برہمو سماج میں اہل علم اور صاحب نظر دقیق ہیں۔ فیصلہ اس امر متنازعہ فیہ میں حَکَم بننے کے لئے بہت اولیٰ اور انسب ہیں اسطور سے بحث کرنے میں حقیقت میں چار فائدے ہیں اول یہ کہ بحث تناسخ کی بتحقیق تمام فیصلہ پا جائیگی دوم اس موازنہ اور مقابلہ سے امتحان وید اور قرآن کا بخوبی ہو جائیگا۔ اور بعد مقابلہ کے جو فرق اہل انصاف کی نظر میں ظاہر ہوگا۔ وہی فرق قول فیصل متصور ہوگا سوم یہ فائدہ کہ اس التزام سے ناواقف لوگوں کو عقائد مندرجہ وید اور قرآن سے بکلی اطلاع ہو جائیگی چہارم یہ فائدہ کہ یہ بحث تناسخ کی کسی ایک شخص کی رائے خیال نہیں کیجائیگی۔ بلکہ محول بہ کتاب ہو کر اور معتاد طریق سے انجام پکڑ کر قابل تشکیک اور تزئیف نہیں رہیگی۔ اور اس بحث میں یہ کچھ ضرور نہیں کہ صرف پنڈت کھڑک سنگھ صاحب تحریر جواب کے تن تنہا محنت اُٹھائیں بلکہ میں عام اعلان دیتا ہوں کہ صاحبان مندرجہ عنوان مضمون ابطال تناسخ جو ذیل میں تحریر ہوگا کوئی صاحب ارباب فضل و کمال میں سے متصدی جواب ہوں اور اگر کوئی صاحب بھی باوجود اس قدر تاکید مزید کے اسطرف متوجہ نہیں ہونگے اور دلائل ثبوت تناسخ کے فلسفہ مندرجہ وید سے پیش کرینگے یا در صورت عاری ہونے وید کے ان دلائل سے اپنی عقل سے جواب نہیں دینگے تو ابطال تناسخ کی ہمیشہ کے لئے اپز ڈگری ہو جائیگی۔ اور نیز دعویٰ وید کا کہ گویا وہ تمام علوم فنون پر متضمن ہے محض بیدلیل اور باطل ٹھہریگا اور بالآخر بغرض توجہ دہانی یہ بھی گذارش ہے کہ میں نے جو قبل اس سے فروری ۱۸۷۸ء میں ایک اشتہار تعدادی پانسو (۵۰۰) روپیہ بابطال مسئلہ تناسخ دیا تھا وہ اشتہار اب اس مضمون سے بھی بعینہ متعلق ہے۔ اگر پنڈت کھڑک سنگھ

صاحب یا کوئی اور صاحب ہمارے تمام دلائل کو نمبر وار جواب دلائل مندرجہ وید سے دیکر اپنی عقل سے توڑینگے تو بلاشبہ رقم اشتہار کے مستحق ٹھہرینگے اور بالخصوص بخدمت پنڈت کھڑک سنگھ صاحب کہ جنکا یہ دعوی ہے کہ ہم پانچ منٹ میں جواب دے سکتے ہیں یہ گزارش ہے کہ اب اپنی اُس استعداد علمی کو روبروئے فضلاء نامدار ملت مسیحی و برہمو سماج کے دکھلاویں اور جو جو کمالات اُن کی ذات سامی میں پوشیدہ ہیں منصہ ظہور میں لاویں۔ اور نہ عوام کالانعام کے سامنے دم زنی کرنا صرف لاف گزاف ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اب میں ذیل میں مضمون موعودہ لکھتا ہوں

مضمون ابطال تناسخ و مقابلہ فلسفہ وید و قرآن
جس کے طلب جواب میں صاحبان فضلاء آریہ
سماج یعنی پنڈت کھڑک سنگھ صاحب سوامی
پنڈت دیانند صاحب جناب باوانراین سنگھ
صاحب جناب منشی کنہیالال صاحب جناب منشی
بختاور سنگھ صاحب ایڈیٹر آریہ درپن جناب بابو
سارداپرشاد صاحب۔ جناب منشی شرمپت
صاحب سکرٹری آریہ سماج قادیان جناب منشی
اندرمن صاحب مخاطب ہیں بوعدہ انعام پانسو
روپیہ ۔

آریا صاحبان کا پہلا اصول جو مدار تناسخ ہے یہ ہے کہ دنیا کا کوئی پیدا کرنیوالا نہیں اور سب ارواح مثل پرمیشور کے قدیم اور انادی ہیں اور اپنے اپنے وجود کے آپ ہی پرمیشور ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ اصول غلط ہے اور اسپر تناسخ کی بڑی بنیاد فاسد بر فاسد ہے۔ قرآن مجید کہ جسپر تمام تحقیق اسلام کی مبنی ہے اور جس کے دلائل کو پیش کرنا بغرض ابطال وید اور مقابلہ باہمی فلسفہ مندرجہ وید اور قرآن

ہم وعدہ کر چکے ہیں ضرورت خالقیت باری تعالیٰ کو دلائل قطعیہ سے ثابت کرتا ہے چنانچہ وہ دلائل بہ تفصیل ذیل ہیں۔

دلیل اوّل جو برہان لمّی ہے یعنی علت سے معلول کی طرف دلیل گئی ہے دیکھو سورہ رعد الجزو ۱۳۔ اللّٰہ خالق کل شیٔ وھو الواحد القہار یعنی خدا ہر ایک چیز کا خالق ہے کیونکہ وہ اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے اور واحد بھی ایسا کہ قہار ہے یعنی سب چیزوں کو اپنے ماتحت رکھتا ہے اور ان پر غالب ہے یہ دلیل بذریعہ شکل اول کے جو بدیہی الانتاج ہے اس طرح پر قائم ہوتی ہے کہ صغریٰ اس کا یہ ہے جو خدا واحد اور قہار ہے اور کبریٰ یہ کہ ہر ایک جو واحد اور قہار ہو وہ تمام موجودات ماسوائے اپنے کا خالق ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو خدا تمام مخلوقات کا خالق ہے۔ اثبات قضیہ اولیٰ یعنی صغریٰ کا اسطور سے ہے کہ واحد اور قہار ہونا خدا تعالیٰ کا اصول مسئلہ فریق ثانی بلکہ دنیا کا اصول ہے اور اثبات قضیہ ثانیہ یعنی مفہوم کبریٰ کا اسطرح پر ہے کہ اگر خدا تعالیٰ باوصف واحد اور قہار ہونے کے وجود ماسوائے اپنے کا خالق نہو بلکہ وجود تمام موجودات کا مثل اس کے قدیم سے چلا آتا ہو تو اس صورت میں وہ واحد اور قہار بھی نہیں ہو سکتا۔ واحد اس باعث سے نہیں ہو سکتا کہ وحدانیت کے معنی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ شرکت غیر سے بکلی پاک ہو اور جب خدا تعالیٰ خالق ارواح نہو تو اس سے دو طور کا شرک لازم آیا۔ اول یہ کہ سب ارواح غیر مخلوق ہو کر مثل اس کے قدیم الوجود ہو گئے دوم یہ کہ ان کے لئے بھی مثل پروردگار کے ہستی حقیقی ماننی پڑے۔ جو مستفاض عن الغیر نہیں پس اسی کا نام شرکت بالغیر ہے اور شرک بالغیر ذات باری کا بہ بداہت عقل باطل ہے۔ کیونکہ اس سے شریک الباری پیدا ہوتا ہے اور شریک الباری ممتنع اور محال ہے۔ پس جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہے اور قہار اس باعث سے نہیں ہو سکتا کہ صفت قہاری کے یہ معنی ہیں کہ دوسروں کو اپنے ماتحت میں کر لینا اور ان پر قابض اور متصرف ہو جانا سو غیر مخلوق اور روحوں کو خدا اپنے ماتحت نہیں کر سکتا کیونکہ جو چیزیں اپنی ذات میں قدیم اور غیر مصنوع ہیں وہ بالضرورت اپنی ذات میں واجب الوجود ہیں اس لئے کہ اپنی تحقیق وجود میں دوسرے کسی علت کے

محتاج نہیں اور اسی کا نام واجب ہے جسکو فارسی میں خدا یعنی خود آئندہ کہتے ہیں۔ پس جب ارواح مثل ذات باری تعالیٰ کے خدا اور واجب الوجود ٹھہرے تو اُن کا باری تعالیٰ کے ماتحت رہنا۔ عند العقل محال اور ممتنع ہوا کیونکہ ایک واجب الوجود دوسرے واجب الوجود کے ماتحت نہیں ہو سکتا۔ اس سے دور یا تسلسل لازم آتا ہے۔ لیکن حال واقعہ جو مسلم فریقین ہے یہ ہے کہ سب ارواح خدا تعالیٰ کے ماتحت ہیں کوئی اُس کے قبضہ قدرت سے باہر نہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ وہ سب حادث اور مخلوق ہیں کوئی ان میں سے خدا اور واجب الوجود نہیں۔ اور یہی مطلب تھا۔

دلیل دوم جو اِنّی ہے یعنی معلول سے علت کی طرف دلیل لی گئی ہے دیکھو سورہ الفرقان جزو ۱۸

لم یکن له شریك فی الملك وخلق كل شئ فقدره تقديرا

یعنی اس کے ملک میں کوئی اس کا شریک نہیں وہ سب کا خالق ہے۔ اور اُس کے خالق ہونے پر یہ دلیل واضح ہے کہ ہر ایک چیز کو ایک اندازہ مقرری پر پیدا کیا ہے کہ جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتی۔ بلکہ اُسی اندازہ میں محصور اور محدود ہے اس کی شکل منطقی اس طرح ہے کہ ہر جسم اور روح ایک اندازہ مقرری میں محصور اور محدود ہے اور ہر ایک وہ چیز کہ کسی اندازہ مقرری میں محصور اور محدود ہو اس کا کوئی حاصر اور محدود ضرور ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک جسم اور روح کے لئے ایک حاصر اور محدد ہے۔ اب اثبات قضیہ اولیٰ کا یعنی محدود القدر ہونے اشیاء کا اس طرح ہے کہ جمیع اجسام اور ارواح میں جو جو خاصیتیں پائی جاتی ہیں عقل تجویز کر سکتی ہے کہ اُن خواص سے زیادہ خواص اُن میں پائے جاتے مثلاً انسان کی دو آنکھیں ہیں اور عند العقل ممکن تھا کہ اُس کی چار آنکھیں ہوتیں دو منہ کی طرف اور دو پیچھے کی طرف تاکہ جیسا آگے کی چیزوں کو دیکھتا ہے ویسا ہی پیچھے کی چیزوں کو بھی دیکھ لیتا اور کچھ شک نہیں کہ چار آنکھ کا ہونا بہ نسبت دو آنکھ کے کمال میں زیادہ اور فائدہ میں دو چند ہے اور انسان کے پر نہیں اور ممکن تھا کہ مثل اور پرندوں کے اُس کے پر بھی ہوتے اور علی ہذا القیاس نفس ناطقہ انسانی بھی ایک خاص درجہ میں محدود ہے جیسا کہ وہ بغیر تعلیم کسی معلم کے خود بخود مجہولات

کو دریافت نہیں کرسکتا۔ قاسر خارجی سے کہ جیسے جنون یا مخموری ہے سالم الحال نہیں
رہ سکتا بلکہ فی الفور اس کی قوتوں اور طاقتوں میں تنزل واقع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح
بذاتہ ادراک جزئیات نہیں کرسکتا جیسا کہ اس کو شیخ محقق بوعلی سینا نے نمط سابع
اشارات میں بتصریح لکھا ہے حالانکہ عند العقل ممکن تھا کہ ان سب آفات اور عیب
سے بچا ہوا ہوتا۔ پس جن جن مراتب اور فضائل کو انسان اور اس کی روح کے لئے
عقل تجویز کرسکتی ہے وہ کس باعث سے ان مراتب سے محروم ہے۔ آیا تجویز کسی اور مجوز
سے یا خود اپنی رضامندی سے اگر کہو کہ اپنی رضامندی سے تو یہ صریح خلاف ہے۔
کیونکہ کوئی شخص اپنے حق میں نقص روا نہیں رکھتا۔ اور اگر کہو کہ تجویز کسی اور مجوز سے
تو مبارک ہو کہ وجود خالق ارواح اور اجسام کا ثابت ہو گیا اور یہی مدعا تھا۔

دلیل سوم قیاس الخُلف ہے اور قیاس الخُلف اُس قیاس کا نام ہے کہ جس میں اثبات
مطلوب کا بذریعہ ابطال نقیض اُس کے کے کیا جاتا ہے اور اس قیاس کا علم منطق
میں خُلف اس جہت سے کہتے ہیں کہ خلف لغت میں بمعنی باطل کے ہیں اور اصطلاح
اس قیاس میں اگر مطلوب کو کہ جس کی حقیقت کا دعویٰ ہے سچا نہ مان لیا جاوے تو
نتیجہ ایسا نکلیگا جو باطل کو مستلزم ہوگا اور قیاس مذکور یہ ہے دیکھو سورہ الطور الجزو ۲۷۔
ام خلقوا من غیر شیءٍ ام ھم الخٰلقون ۝ ام خلقوا السموات والارض
لا یوقنون ۝ ام عندھم خزائن ربك ام ھم المصیطرون ۝ یعنی کیا یہ
لوگ جو خالقیت خدا تعالیٰ سے منکر ہیں بغیر پیدا کرنے کسی خالق کے یوں ہی پیدا ہو گئے
یا اپنے وجود کو آپ ہی پیدا کر لیا یا خود علت العلل ہیں جنہوں نے زمین و آسمان پیدا کیا
یا ان کے پاس غیر متناہی خزانے علم اور عقل کے ہیں جنسے اُنھوں نے ان سے معلوم
کیا کہ ہم قدیم الوجود ہیں یا وہ آزاد ہیں اور کسی کے قبضہ قدرت میں مقہور نہیں ہیں یہ گمان
ہو کر جبکہ اپنر کوئی غالب اور قہار ہی نہیں تو وہ اُن کا خالق کیسے ہوا اس آیت شریف
میں یہ استدلال لطیف ہے کہ ہر پنج شقوق قدامت ارواح کو اس طرز مدلل سے بیان
فرمایا ہے کہ ہر ایک شق کے بیان سے ابطال اُس شق کا فی الفور سمجھا جاتا ہے اور تفصیل

ان اشارات لطیفہ کی یوں ہے کہ شق اول یعنی ایک شے معدوم کا بغیر فعل کسی فاعل کے خود بخود پیدا ہو جانا اس طرح پر باطل ہے کہ اس سے ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے کیونکہ عدم سے وجود کا لباس پہننا ایک موثر مرجح کو چاہتا ہے جو جانب وجود کو جانب عدم پر ترجیح دے۔ لیکن اس جگہ کوئی موثر مرجح موجود نہیں اور بغیر وجود مرجح کے خود بخود ترجیح پیدا ہو جانا محال ہے۔

اور شق دوم یعنی اپنے وجود کا آپ ہی خالق ہونا اسطرح پر باطل ہے کہ اس سے تقدم شے کا اپنے نفس پر لازم آتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ ہر ایک شے کے وجود کی علت موجبہ اُس شے کا نفس ہے تو بالضرورت یہ اقرار اس اقرار کو مستلزم ہوگا کہ وہ سب اشیاء اپنے وجود سے پہلے موجود تھیں اور وجود سے پہلے موجود ہونا محال ہے۔

اور شق سوم یعنی ہر ایک شے کا مثل ذات باری کے علت العلل اور صانع عالم ہونا تعدد خداؤں کو مستلزم ہے۔ اور تعدد خداؤں کا بالاتفاق محال ہے۔ اور نیز اس سے دور یا تسلسل لازم آتا ہے اور وہ بھی محال ہے۔

اور شق چہارم یعنی محیط ہونا نفس انسان کا علوم غیر متناہی پر اس دلیل سے محال ہے کہ نفس انسانی باعتبار تعین تشخیص خارجی کے متناہی ہے اور متناہی میں غیر متناہی سما نہیں سکتا۔ اس سے تحدید غیر محدود کی لازم آتی ہے۔

اور شق پنجم یعنی خود مختار ہونا اور کسی کے حکم کے ماتحت ~~ہونا~~ ممتنع الوجود ہے کیونکہ نفس انسان کا بضرورت استکمال ذات اپنی کے ایک مکمل کا محتاج ہے اور محتاج کا خود مختار ہونا محال ہے۔ اس سے اجتماع نقیضین لازم آتا ہے۔ پس جبکہ بغیر ذریعہ خالق کے موجود ہونا موجودات کا بہر صورت ممتنع اور محال ہوا تو بالضرور یہی ماننا پڑا کہ تمام اشیاء موجودہ محدودہ کا ایک خالق ہے جو ذات باری تعالیٰ ہے اور شکل اس قیاس کی جو ترتیب مقدمات صغریٰ کبریٰ سے بقاعدہ منطقیہ مرتب ہوتی ہے اسطرح پر ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ قضیہ فی نفسہٖ صادق ہے کہ کوئی شے بجز ذریعہ واجب الوجود کے موجود نہیں ہو سکتی کیونکہ

اگر صادق نہیں ہے تو پھر اس کی نقیض صادق ہوگی کہ ہر ایک شے بجز ذریعہ واجب الوجود کے وجود پکڑ سکتی ہے اور یہ دوسرا قضیہ ہماری تحقیقات مندرجہ بالا میں ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ وجود تمام اشیاء ممکنہ کا بغیر ذریعہ واجب الوجود کے محالات خمسہ کو مستلزم ہے پس اگر یہ قضیہ صحیح نہیں ہے کہ کوئی شے بجز ذریعہ واجب الوجود کے موجود نہیں ہو سکتی تو یہ قضیہ صحیح ہوگا کہ وجود تمام اشیاء کو محالات خمسہ لازم ہیں لیکن وجود اشیاء کا باوصف لزوم محالات خمسہ کے ایک امر محال ہے۔ پس نتیجہ نکلا کہ کسی شے کا بغیر واجب الوجود کے موجود ہونا امر محال ہے۔ اور یہی مطلوب تھا۔

دلیل چہارم قرآن مجید میں بذریعہ مادۂ قیاس اقترانی قائم کی گئی ہے۔ جاننا چاہئے کہ قیاس حجت کی تین قسموں میں سے پہلی قسم ہے اور قیاس اقترانی وہ قیاس ہے کہ جس میں عین نتیجہ کا یا نقیض اس کی بالفعل مذکور نہ ہو بلکہ بالقوہ پائی جاوے اور اقترانی اس جہت سے کہتے ہیں کہ حدود اس کے یعنی اصغر اور اوسط اور اکبر مقترن ہوتی ہیں اور بالعموم قیاس حجت کے تمام اقسام سے اعلیٰ اور افضل ہے کیونکہ اس میں کلی کے حال سے جزئیات کے حال پر دلیل پکڑی جاتی ہے کہ جو بالکل استیفا تام کے مفید یقین کامل کے ہے پس وہ قیاس کہ جس کی ابھی تعریف ہے اس آیت شریفہ میں درج ہے اور ثبوت خالقیت باریتعالیٰ میں گواہی دے رہا ہے دیکھو سورہ الحشر جزو ۲۸ هو الله الخالق البارئ المصور له الاسماء الحسنی۔ وہ اللہ خالق ہے یعنی پیدا کنندہ ہے وہ باری ہے یعنی روحوں اور اجسام کو عدم سے وجود بخشنے والا ہے۔ وہ مصوّر ہے یعنی صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ عطا کرنے والا ہے کیونکہ اس کے لئے تمام اسماء حسنہ ثابت ہیں۔ یعنی جمیع صفات کاملہ جو باعتبار کمال قدرت کے عقل تجویز کر سکتی ہے اس کی ذات میں جمع ہیں لہذا نیست سے ہست کرنے پر بھی وہ قادر ہے۔ کیونکہ نیست سے ہست کرنا قدرتی کمالات سے ایک اعلیٰ کمال ہے اور ترتیب مقدمات اس قیاس کی بصورت شکل اول کے اسطرح ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ پیدا کرنا اور محض اپنی قدرت سے وجود بخشنا ایک کمال ہے

اور سب کمالات ذات کامل واجب الوجود کو حاصل ہیں۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ نیست سے
ہست کرنے کا کمال بھی ذات باری کو حاصل ہے۔ ثبوت مفہوم صغریٰ کا یعنی اس
بات کا کہ محض اپنی قدرۃ سے پیدا کرنا ایک کمال ہے اسطرح پر ہوتا ہے کہ نقیض اس
کی یعنی یہ امر کہ محض اپنی قدرۃ سے پیدا کرنے میں عاجز ہونا جب تک باہر سے
کوئی مادہ آکر معاون و مددگار نہو ایک بھاری نقصان ہے۔ کیونکہ اگر ہم یہ فرض
کریں کہ مادہ موجودہ سب جا بجا خرچ ہو گیا تو ساتھ ہی یہ فرض کرنا پڑتا ہے کہ
اب خدا پیدا کرنے سے قطعاً عاجز ہے حالانکہ ایسا نقص اُس ذات غیر محدود
اور قادر مطلق پر عائد کرنا گویا اس کی الوہیت سے انکار کرنا ہے۔
سوائے اس کے علم الٰہیات میں یہ مسئلہ بدلائل ثابت ہو چکا ہے کہ مستجمع
الکمالات ہونا واجب الوجود کا تحقق الوہیت کے لئے شرط ہے یعنی یہ لازم ہے کہ
کوئی مرتبہ کمال کا مراتب ممکن التصور سے جو ذہن اور خیال میں گذر سکتا ہے
اس ذات کامل سے فوت نہو پس بلاشبہ عقل اس بات کو چاہتی ہے کہ کمال
الوہیت باریتعالیٰ کا یہی ہے کہ سب موجودات کا سلسلہ اسی کی قدرت تک
منتہی ہو نہ یہ کہ صفت قدامت اور ہستی حقیقی کے بہت سے شریکوں میں بٹی ہوئی
ہو اور قطع نظر ان سب دلائل اور براہین کے ہر ایک سلیم الطبع سمجھ سکتا ہے کہ
اعلیٰ کام بہ نسبت ادنیٰ کام کے زیادہ تر کمال پر دلالت کرتا ہے۔ پس جس صورت
میں تالیف اجزاء عالم کمال الٰہی میں داخل ہے تو پھر پیدا کرنا عالم کا بغیر احتیاج
اسباب کے جو کروڑ ہا درجہ زیادہ تر قدرت پر دلالت کرتا ہے کس قدر اعلیٰ
کمال ہوگا۔ پس صغریٰ اس شکل کا بوجہ کامل ثابت ہوا۔
اور ثبوت کبریٰ کا یعنی اس قضیہ کا کہ ہر ایک کمال ذات باری کو حاصل ہے اس
طرح پر ہے کہ اگر بعض کمالات ذات باری کو حاصل نہیں تو اس صورت میں یہ سوال ہوگا کہ محرومی ان
کمالات سے بخوشی خاطر ہے یا بہ مجبوری ہے۔ اگر کہو کہ بخوشی خاطر ہے تو یہ جھوٹ
ہے کیونکہ کوئی شخص اپنی خوشی سے اپنے کمال میں نقص روا نہیں رکھتا۔

اور نیز جبکہ یہ صفت قدیم سے خدا کی ذات سے قطعاً مفقود ہے تو خوشی خاطر کہاں
رہی اور اگر کہو کہ مجبوری سے تو وجود کسی اور قاسر کا ماننا پڑا کہ جس نے خدا کو مجبور
کیا اور نفاذ اختیارات خدائی سے اسکو روکا یا یہ فرض کرنا پڑا کہ وہ قاسر اس کا اپنا
ہی ضعف اور ناتوانی ہے کوئی خارجی قاسر نہیں بہرحال وہ مجبور ٹھہرا تو اس صورت
میں وہ خدائی کے لائق نہ رہا پس بالضرورت اس سے ثابت ہوا کہ خداوند تعالیٰ
داغ مجبوری سے کہ بطلان الوہیت کو مستلزم ہے پاک اور منزہ ہے اور صفت
کاملہ خالقیت اور عدم سے پیدا کرنے کی اس کو حاصل ہے اور یہی مطلب تھا
دلیل پنجم فرقان مجید میں خالقیت باری تعالیٰ پر مادہ قیاس استثنائی قائم کیگئی
ہے اور قیاس استثنائی اس قیاس کو کہتے ہیں کہ جس میں عین نتیجہ یا نقیض اس
کی بالفعل موجود ہو اور دو مقدموں سے مرکب ہو یعنی ایک شرطیہ اور دوسرے
وضعیہ سے۔ چنانچہ آیت شریف جو اس قیاس پر متضمن ہے یہ ہے دیکھو سورہ الزمر جزو ۲۳
یخلقکم فی بطون امھاتکم خلقا من بعد خلق فی ظلمات
ثلٰث ذالکم اللہ ربکم یعنی وہ تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین
اندھیرے پردوں میں پیدا کرتا ہے اس حکمت کاملہ سے کہ ایک پیدائش
اور قسم کی اور ایک * * * اور قسم کی بناتا ہے یعنی ہر عضو کو صورت مختلف
اور خاصیتیں اور طاقتیں الگ الگ بخشتا ہے یہانتک کہ قالب بیجان میں
جان ڈالدیتا ہے نہ اسکو اندھیرا کام کرنے سے روکتا ہے اور نہ مختلف قسموں اور
خاصیتوں کے اعضا بنانا اُسپر مشکل ہوتا ہے اور نہ سلسلہ پیدائش کے ہمیشہ
جاری رکھنے میں اس کو کچھ دقت اور حرج واقعہ ہوتا ہے ذالکم اللہ یعنی وہ حکیم
وہی جو ہمیشہ اس سلسلہ قدرت کو برپا اور قائم رکھتا ہے وہی تمہارا رب ہے۔
یعنی اسی قدرت تامہ سے اس کی ربوبیت تامہ جو عدم سے وجود اور وجود سے
کمال وجود بخشنے کو کہتے ہیں ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ رب الاشیاء نہ ہوتا اور
اپنی ذات میں ربوبیت تامہ نہ رکھتا اور صرف مثل ایک بڑھئی یا کاریگر کے

ادھر اُدھر سے لیکر گذارہ کرتا تو اس کو قدرت تام ہرگز حاصل نہوتی اور ہمیشہ اور ہر وقت کامیاب نہو سکتا بلکہ کبھی نہ کبھی ضرور ٹوٹ آجاتی اور پیدا کرنے سے عاجز رہجاتا مطلب آیت کا یہ ہے کہ جس شخص کا فعل ربوبیت تامہ سے نہو یعنی از خود پیدا کنندہ نہ ہو اس کو قدرت تامہ بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن خدا کو قدرت تامہ حاصل ہے کیونکہ قسم قسم کی پیدایش بنانا اور ایک بعد دوسرے کے بلا تخالف ظہور میں لانا اور کام کو ہمیشہ برابر چلانا قدرت تامہ کی کامل نشانی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کو ربوبیت تامہ حاصل ہے۔ اور درحقیقت وہ رب الاشیاء ہے نہ صرف بڑھئی اور معمار اشیاء کا ورنہ ممکن نہ تھا کہ کارخانہ دُنیا کا ہمیشہ بلا حرج چلتا رہتا بلکہ دنیا اور اس کے کارخانہ کا کبھی کا خاتمہ ہو جاتا کیونکہ جس کا فعل اختیار تام سے نہیں وہ ہمیشہ اور ہر وقت اور ہر تعداد پر ہرگز قادر نہیں ہو سکتا۔

اور شکل اس قیاس کی جو آیت شریف میں درج ہے بقاعدہ منطقیہ اس طرح ہے کہ جس شخص کا فعل کسی وجود کے پیدا کرنے میں بطور قدرت تامہ ضروری ہو اس کے لئے صفت ربوبیت تامہ کی یعنی عدم سے ہست کرنا بھی ضروری ہے لیکن خدا کا فعل مخلوقات کے پیدا کرنے میں بطور قدرت تامہ ضروری ہے۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے لئے صفت ربوبیت تامہ کی بھی ضروری ہے۔

ثبوت صغریٰ کا یعنی اس بات کا کہ جس صانع کے لئے قدرت تامہ ضروری ہے اس کے لئے صفت ربوبیت تامہ کی بھی ضروری ہے اس طرح پر کہ عقل اسبات کی ضرورت کو واجب ٹھہراتی ہے کہ جب کوئی ایسا صانع کہ جس کی نسبت ہم تسلیم کر چکے ہیں کہ اس کو اپنی کسی صنعت کے بنانے میں حرج واقعہ نہیں ہوتا کسی چیز کا بنانا شروع کرے تو سب اسباب تکمیل صنعت کے اس کے پاس موجود ہونے چاہئیں اور ہر وقت اور ہر تعداد تک میسر کرنا ان چیزوں کا جو وجود مصنوع کے لئے ضروری ہیں اس کے اختیار میں ہونا چاہیئے اور ایسا اختیار تام بجز اس صورت کے اور کسی صورت میں ممکن نہیں کہ صانع اس مصنوع کا اس کے اجزا پیدا کرنے پر قادر ہو کیونکہ ہر وقت

اور ہر تعداد تک اُن چیزوں کا میسر ہو جانا کہ جن کا موجود کرنا صانع کے اختیار تام میں نہیں عندالعقل ممکن التخلف ہے اور عدم تخلف پر کوئی برہان فلسفی قائم نہیں ہوتی اور اگر ہو سکتی ہے تو کوئی صاحب پیش کرے وجہ اس کی ظاہر ہے کہ مفہوم اس عبارت کا کہ فلاں امر کا کرنا زید کے اختیار تام میں نہیں اس عبارت کے مفہوم سے مساوی ہے کہ ممکن ہے کہ کسی وقت وہ کام زید سے نہ ہو سکے۔ پس ثابت ہوا کہ صانع تام کا بجز اس کے ہرگز کام نہیں چل سکتا کہ جب تک اس کی قدرت بھی تام نہ ہو اسی واسطے کوئی مخلوق اہل حرفہ میں سے اپنے حرفہ میں صانع تام ہونیکا دعوی نہیں کر سکتا بلکہ کل اہل صنائع کا دستور ہے کہ جب کوئی بار بار انکی دوکان پر جا کر ان کو دق کرے کہ فلاں چیز ابھی مجھے بنا دو تو آخر اُس کے تقاضے سے تنگ آ کر اکثر یوں اُٹھتے ہیں کہ میاں میں کچھ خدا نہیں ہوں کہ صرف حکم سے کام کر دوں فلاں فلاں چیز ملیگی تو پھر بنا دونگا" غرض سب جانتے ہیں کہ صانع تام کے لئے قدرت تام اور ربوبیت شرط ہے۔ یہ بات نہیں کہ جب تک زید نہ مرے بکر کے گھر لڑکا پیدا نہو۔ یا جب تک خالد فوت نہو زید کے قالب میں جو ابھی پیٹ میں ہے جان نہ پڑ سکے۔ پس بالضرورت صغریٰ ثابت ہوا "

اور کبریٰ شکل کا یعنی یہ کہ خدا مخلوقات کے پیدا کرنے میں بطور قدرت تامہ کے ضروری ہے۔ خود ثبوت صغریٰ سے ثابت ہوتا ہے اور نیز ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالیٰ میں قدرت ضروریہ تامہ نہو تو پھر قدرت اس کی بعض اتفاقی امور کے حصول پر موقوف ہوگی اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں عقل تجویز کر سکتی ہے کہ اتفاقی امور وقت پر خدا تعالیٰ کو میسر نہو سکیں کیونکہ وہ اتفاقی ہیں ضروری نہیں۔ حالانکہ تعلق پکڑنا روح کا جنین کے جسم سے بر وقت طیاری جسم اس کے لازم ملزوم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ فعل خدا تعالیٰ کا بطور قدرت تامہ کے ضروری ہے اور نیز اس دلیل سے ضرورت قدرت تامہ کی خدا تعالیٰ کے

لئے واجب ٹھہرتی ہے۔ کہ بموجب اصول متقررہ فلسفہ کے ہمکو اختیار ہے کہ یہ
فرض کریں کہ مثلاً ایک مدت تک تمام ارواح موجودہ ابدان متناسبہ اپنے سے متعلق
ہیں۔ پس جب ہم نے یہ امر فرض کیا تو یہ فرض ہمارا اس دوسرے فرض کو بھی مستلزم
ہوگا کہ اب تا انقضائے اس مدت کے ان جنینوں میں جو رحموں میں طیار ہوئے
ہیں کوئی روح داخل نہیں ہوگا۔ حالانکہ جنینوں کا بغیر تعلق روح کے معطل پڑے
رہنا بہ بداہت عقل باطل ہے پس جو امر مستلزم باطل ہے وہ بھی باطل۔ پس
ثبوت متقدمین سے یہ نتیجہ ثابت ہوگیا کہ خدا تعالیٰ کے لئے صفت ربوبیت تامہ
کی ضروری ہے اور یہی مطلب تھا۔

دلیل ششم قرآن مجید میں بمادہ قیاس مرکب قائم کی گئی اور قیاس مرکب کی یہ
تعریف ہے کہ ایسے مقدمات سے مولف ہو کہ ان سے ایسا نتیجہ نکلے کہ اگرچہ وہ نتیجہ
خود بذاتہ مطلب کو ثابت نہ کرتا ہو لیکن مطلب بذریعہ اس کے اس طور سے ثابت
ہو کہ اسی نتیجہ کو کسی اور مقدمہ کے ساتھ ملا کر ایک دوسرا قیاس بنایا جائے پھر
خواہ نتیجہ مطلوب اسی قیاس دوم کے ذریعہ سے نکل آوے یا اور کسی قدر اسی طور کے
قیاسات بنا کر مطلوب حاصل ہو۔ دونوں صورتوں میں اس قیاس کو قیاس
مرکب کہتے ہیں۔ اور آیت شریف جو اس قیاس پر متضمن ہے یہ ہے دیکھئے سورہ
بقر الجزو ۳۔ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ
و لا نوم لہ ما فی السموات و ما فی الارض۔ یعنی خدا اپنی ذات
میں سب مخلوقات کے معبود ہونیکا ہمیشہ حق رکھتا ہے جس میں کوئی اس کا
شریک نہیں۔ اس دلیل روشن سے کہ وہ زندہ ازلی ابدی ہے اور سب
چیزوں کا وہی قیوم ہے یعنی قیام اور بقا ہر چیز کا اسی کے بقا اور قیام سے ہے
اور وہی ہر چیز کو ہر دم تھامے ہوئے ہے نہ اسپر اونگ طاری ہوتی ہے نہ نیند
اسی پکڑتی ہے۔ یعنی حفاظت مخلوق سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ پس جبکہ ہر
ایک چیز کی قائمی اسی سے ہے پس ثابت ہے کہ ہر ایک مخلوقات آسمانوں کا

اور مخلوقات زمین کا وہی خالق ہے۔ اور وہی مالک اور شکل اس قیاس کی جو
آیت شریف میں وارد ہے بقاعدہ منطقیہ اسطرح پر ہے (جزاول قیاس مرکب
کی) (صغریٰ) خدا کو بلا شرکتہ الغیر تمام مخلوقات کے معبود ہونیکا حق ازلی - ابدی ہے
(کبریٰ) اور جس کو تمام مخلوقات کے معبود ہونیکا حق ازلی ابدی ہو وہ زندہ ازلی ابدی اور تمام چیزوں کا قیوم ہوتا ہے
(نتیجہ) خدا زندہ ازلی ابدی اور تمام چیزوں کا قیوم ہے (جزثانی قیاس مرکب کی کہ جس میں نتیجہ قیاس
اول کا صغریٰ قیاس کا بنایا گیا ہے (صغریٰ) خداوند ازلی - ابدی اور تمام چیزوں
کا قیوم ہے) (کبریٰ) اور جو زندہ ازلی - ابدی اور تمام چیزوں کا قیوم ہو وہ تمام
اشیاء کا خالق ہوتا ہے -) (نتیجہ) خدا تمام چیزوں کا خالق ہے (صغریٰ جزو
اول قیاس مرکب کا یعنی یہ قضیہ کہ خدا کا بلا شرکتہ الغیر تمام مخلوقات کے معبود
ہونیکا حق ازلی ابدی ہے باقرار فریق ثانی ثابت ہے - پس حاجت اقامت دلیل
کی نہیں اور کبریٰ جزاول قیاس مرکب کا یعنی یہ قضیہ کہ جس کو تمام اشیاء کے معبود
ہونیکا حق ازلی - ابدی ہو وہ زندہ ازلی ابدی اور تمام اشیاء کا قیوم ہوتا ہے اس
طرح پر ثابت ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ازلی - ابدی زندہ نہیں ہے تو یہ فرض کرنا پڑا کہ
کسی وقت پیدا ہو یا آئندہ کسی وقت باقی نہیں رہیگا - دونوں صورتوں میں
ازلی ابدی معبود ہونا اس کا باطل ہوتا ہے - کیونکہ جب اس کا وجود ہی نہ رہا
تو پھر عبادت اس کی نہیں ہوسکتی کیونکہ عبادت معدوم کی صحیح نہیں ہے اور جب
وہ بوجہ معدوم ہونے کے معبود ازلی ابدی نہ رہا تو اس سے یہ قضیہ کاذب ہوا
کہ خدا کو معبود ہونیکا حق ازلی ابدی ہے - حالانکہ ابھی ذکر ہوچکا ہے کہ یہ قضیہ صادق
ہے - پس ماننا پڑا کہ جسکو تمام اشیاء کے معبود ہونیکا حق ازلی - ابدی ہو وہ
زندہ ازلی ابدی ہوتا ہے -
اسی طرح اگر خدا تمام چیزوں کا قیوم نہیں ہے یعنی حیات اور بقا دوسروں کی اس کی حیات
اور بقا پر موقوف نہیں تو اس صورت میں وجود اس کا بقاء مخلوقات کیواسطے کچھ
شرط نہوگا - بلکہ تاثیر اس کی بطور موثر بالقسر ہوگی - نہ بطور علت حقیقتہ حافظ الاشیاء کے

کیونکہ موثر بالقسر اسے کہتے ہیں کہ جس کا وجود اور بقاء اس کے متاثر کے بقاء کے واسطے شرط ہو جیسے زید نے مثلاً ایک پتھر چلایا اور اسی وقت پتھر چلاتے ہی مر گیا تو بیشک اسی پتھر کو جو ابھی اس کے ہاتھ سے چھٹا ہے بعد موت زید کے بھی حرکت رہیگی۔ پس اسی طرح اگر بقول آریہ سماج والوں کے خدا تعالیٰ کو محض موثر بالقسر قرار دیا جاوے تو اس سے نعوذ باللہ یہ لازم آتا ہے کہ اگر پرمیشور کی موت بھی فرض کریں تو بھی ارواح اور ذرات کا کچھ بھی حرج نہ ہو کیونکہ بقول پنڈت دیانند صاحب کے کہ جس کو انھوں نے ستیارتھ پرکاش میں درج فرما کر توحید کا ستیاناس کیا ہے اور نیز بقول پنڈت کھڑک سنگھ صاحب کے کہ جنہوں نے بغیر سوچے سمجھے تقلید پنڈت دیانند صاحب کی اختیار کی ہے وید میں یہ لکھا ہے کہ سب ارواح اپنی بقا اور حیات میں بالکل پرمیشور سے بے غرض ہیں۔ اور جیسے بڑھئی کو چوکی سے اور کمہار کو گھڑے سے نسبت ہوتی ہے وہی پرمیشور کو مخلوقات سے نسبت ہے۔ یعنی صرف جوڑنے جاڑنے سے ٹنڈا پرمیشر گری کا چلاتا ہے اور قیوم چیزوں کا نہیں ہے۔ لیکن ہر ایک دانا جانتا ہے کہ ایسا ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ پرمیشور کا وجود بھی مثل کمہاروں اور بنجاروں کے وجود کے بقاء اشیاء کے لئے کچھ شرط نہ ہو بلکہ جیسے بعد موت کمہاروں اور بڑھئیوں کے گھڑے اور چوکیاں اسی طرح سے بے رہتے ہیں اسی طرح بصورت فوت ہونے پرمیشور کے بھی اشیاء موجودہ میں کچھ بھی خلل واقع نہ ہو سکے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ خیال پنڈت صاحب کا کہ پرمیشور کو صانع ہونے میں کمہار اور بڑھئی سے مشابہت ہے۔ قیاس مع الفارق ہے۔ کاش اگر وہ خدا کو قیوم اشیاء کا مانتے اور بنجاروں سا نہ جانتے تو انکو یہ تو کہنا نہ پڑتا کہ پرمیشور کی موت فرض کرنے سے روحوں کا کچھ بھی نقصان نہیں۔ لیکن شاید وید میں بھی لکھا ہوگا ورنہ میں کیونکر کہوں کہ پنڈت صاحب کو قیومیت پروردگار جو اجلی بدیہیات

ہے کچھ شک ... ہے اور اگر پنڈت صاحب پرمیشور کو قیوم سب چیزوں کا مانتے ہیں تو پھر اسکو کمہاروں اور معماروں سے نسبت دینا کس قسم کی بدیا ہے اور وید میں اسپر دلیل کیا لکھی ہے۔ دیکھو فرقان مجید میں صفت قیومی پروردگار کی کئی مقام میں ثابت کی ہے جیساکہ مکرر اس دوسری آیت میں بھی فرمایا ہے سورۃ النور اللّٰہ نور السموات والارض یعنی خدا آسمان و زمین کا نور ہے۔ اسی سے طبقہ سفلی اور علوی میں حیات اور بقا کی روشنی ہے۔ پس اس ہماری تحقیق سے جز اول قیاس مرکب کی ثابت ہوئی۔ اور صغریٰ جز ثانی قیاس مرکب کا وہی ہے جو جز اول قیاس مرکب کا نتیجہ ہے۔ اور جز اول قیاس مرکب کی ابھی ثابت ہو چکی ہے پس نتیجہ بھی ثابت ہو گیا اور کبریٰ جز ثانی کا جو زندہ ازلی ابدی اور قیوم سب چیزوں کا ہو وہ خالق ہوتا ہے اس طرح ثابت ہے کہ قیوم اُسے کہتے ہیں کہ جس کا بقا اور حیات دوسری چیزوں کے بقا اور حیات اور اُن کے کل مایحتاج کے حصول کا شرط ہو۔ اور شرط کے یہ معنی ہیں کہ اگر اُس کا عدم فرض کیا جائے تو ساتھ ہی مشروط کا عدم فرض کرنا پڑے۔ جیسے کہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کا وجود نہو تو کسی چیز کا وجود نہو یہ قول کہ اگر خدا تعالیٰ کا وجود نہو تو کسی چیز کا وجود نہو بعینہٖ اس قول کے مساوی ہے کہ خدا تعالیٰ کا وجود نہوتا تو کسی چیز کا وجود نہوتا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کا وجود دوسری چیزوں کے وجود کا علت ہے اور خالقیت کے بجز اس کے اور کوئی معنی نہیں کہ وجود خالق کا وجود مخلوق کے لئے علت ہو۔ پس ثابت ہو گیا کہ خدا خالق ہے۔ اور یہی مطلب تھا۔

الراقم مرزا غلام احمد رئیس
قادیان

سوامی دیانند صاحب کے نام کھلا خط بصورت اعلان

سوامی دیانند صاحب نے بجواب ہماری اس بحث کے جو ہم نے روحوں کا بے انت ہونا باطل کر کے غلط ہونا مسئلہ تناسخ اور قدامت سلسلہ دنیا کا ثابت کیا ہے معرفت تین کس آریہ سماج والوں کے یہ پیغام بھیجا ہے کہ اگرچہ ارواح حقیقت میں بے انت نہیں لیکن تناسخ اس طرح پر ہمیشہ رہتا ہے کہ جب سب ارواح مکتی پا جاتے ہیں تو پھر بوقت ضرورت مکتی خانہ سے باہر نکالے جاتے ہیں اب سوامی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے اس جواب میں کچھ شک ہو تو بالمواجہ بحث کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اس بارے میں سوامی صاحب کا خط بھی آیا۔ اس خط میں بحث کا شوق ظاہر کرتے ہیں اس واسطے بذریعہ اس اعلان کے ظاہر کیا جاتا ہے کہ

یہ بحث بالمواجہ ہمکو بسر وچشم منظور ہے

کاش سوامی صاحب کسی طرح ہمارے سوالوں کا جواب دیں۔ مناسب ہے کہ سوامی صاحب کوئی مقام اور ثالث بالخیر اور انعقاد جلسہ کی تجویز کر کے بذریعہ کسی مشہور اخبار کے مشتہر کردیں۔ لیکن اس جلسہ میں شرط یہ ہے کہ یہ جلسہ بحاضری چند منصفان صاحب لیاقت اعلیٰ کہ تین صاحب ان میں سے ممبران برہم سماج اور تین صاحب مسیحی مذہب ہونگے قرار پاویگا۔ اول تقریر کرنے کا ہمارا حق ہوگا کیونکہ ہم معترض ہیں۔ پھر پنڈت صاحب برعایت شرائط جو چاہینگے جواب دینگے۔ پھر ان کا جواب الجواب ہماری طرف سے گذارش ہوگا اور بحث ختم ہو جائیگی۔ ہم سوامی صاحب کی اس درخواست سے بہت خوش ہوئے ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ کیوں سوامی صاحب اور اور دھندوں میں لگے ہوئے ہیں اور ایسی بحث اور اعتراضوں کا جواب نہیں دیتے جس نے سب آریہ سماج والوں کا دم بند کر رکھا ہے۔ اب اگر سوامی صاحب نے اس اعلان کا کوئی جواب مشتہر نہ کیا تو بس یہ سمجھو کہ سوامی صاحب صرف باتیں کر کے اپنے موافقین کے آنسو پونچھتے ہیں اور مکت پایوں کی واپسی میں جو مفاسد ہیں مضمون

مشتملہ متعلقہ اس اعلان میں درج ہیں۔ ناظرین پڑھیں اور انصاف فرمائیں
مرزا غلام احمد رئیس قادیان۔ ۱۰ اپریل ۱۸۷۸ء

باوا صاحب کی شرائط مطلوبہ پرچہ سفیر ہند ۲۳- فروری کا ایفاء اور نیز چند امور واجب العرض بتفصیل ذیل

(۱) اول ذکر کرنا اس بات کا قرین مصلحت ہے کہ اشتہار مندرجہ ذیل میں جو حسب درخواست ہماری معزز دوست باوا نرائن سنگھ صاحب وکیل کے لکھا جاتا ہے لفظ جرمانہ کا جو بجائے لفظ انعام کے ثبت ہوا ہے محض بغرض رضا جوئی باوا صاحب موصوف کے درج کیا گیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ ایسا اندراج مطابق منشاء اصول قوانین مجریہ سرکار کے ہرگز نہیں ہے کیونکہ یہ زر موعودہ کسی مجرمانہ فعل کا تاوان نہیں تا اس کا نام جرمانہ رکھا جائے بلکہ یہ وہ حق ہے جو خود مشتہر نے بطیب نفس و رضائے خاطر بلا اکراہ غیرے کسی مجیب مصیبت کو بپاداش اس کے جواب باصواب کے دینا مقرر کیا ہے۔ اس صورت میں کچھ پوشیدہ نہیں کہ یہ رقم درحقیقت بصلہ اثبات ایک امر غیر مثبت کے ہے جسکو ہم انعام سے تعبیر کر سکتے ہیں جرمانہ نہیں ہے اور نہ از روے حکم کسی قانون گورنمنٹ برطانیہ کے کوئی سوال نیک نیتی سے کرنا یا کسی امر میں بصدق نیت کچھ رائے دینا داخل جرم ہے تا اس نکتہ چینی کی کچھ بنیاد ہو سکے غرض اس موقعہ پر ثبت لفظ جرمانہ کا بالکل غیر معقول اور مہمل اور بے محل ہے لیکن چونکہ باوا صاحب ممدوح پرچہ مقدم الذکر میں بزمرہ دیگر شرائط کے یہ شرط بھی لگاتے ہیں کہ بجائے لفظ انعام کے لفظ جرمانہ کا لکھا جاوے تب ہم جواب دینگے سو خیر میں وہی لکھدیتا ہوں کاش باوا صاحب کسیطرح جواب اس سوال اشتہاری کا دیں۔ ہر چند میں جانتا ہوں جو باوا صاحب اس جرح قانونی میں بھی غلطی پر ہیں اور کوئی ایسا ایکٹ میری نظر سے نہیں گذرا جو نیک نیتی کے سوال کو جرم میں داخل کرے۔

(۲) شرط دوم باوا صاحب کی اس طرح پوری کردی گئی ہے جو ایک خط بقلم خود تحریر کرکے باقرار مضمون مشتہرہ کے خدمت مبارک باوا صاحب میں ارسال کیا گیا ہے باوا صاحب خوب جانتے ہیں جو اول تو خود اشتہار کسی مشتہر کا جو باضابطہ کسی اخبار میں شائع کیا جاوے قانوناً تاثیر ایک اقرارنامہ کی رکھتا ہے بلکہ وہ بلحاظ تعدد نقول کے گویا صدہا تمسک ہیں علاوہ ازاں چٹھیات خانگی بھی جو کسی معاملہ متنازعہ فیہ میں عدالت میں پیش کئے جاویں ایک قوی دستاویز ہیں۔ اور قوت اقرارنامہ قانونی کے رکھتے ہیں۔ سو چٹھی خاص بھی بھیجی گئی ماسوائے اس کے جبکہ اس معاملہ میں اشتہارات زبانی ثالثوں کے بھی موجود ہوگی تو پھر باوجود اس قدر انواع واقسام کے ثبوتوں کے حاجت کسی عہدنامہ خاص کی کیا رہی۔ لیکن چونکہ مجھکو اتمام حجت مطلوب ہے اس لئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اس ثبوت پر کفایت نہ کرکے پھر باوا صاحب اقرارنامہ اشٹام کا مطالبہ کرینگے تو فوراً اقرارنامہ مطلوبہ اُن کا معرفت مطبع سفیر ہند کے یا جیسا منشاء ہو خدمتمیں اُن کی بھیجا جاویگا۔ لیکن باوا صاحب پر لازم ہوگا کہ درصورت مغلوب رہنے کے قیمت اشٹام کی واپس کریں

(۳) شرط سوم میں باوا صاحب روپیہ وصول ہونیکا اطمینان چاہتے ہیں۔ سو واضح ہو اگر باوا صاحب کا اس فکر سے دل دھڑکتا ہے کہ اگر روپیہ وقت پر ادا نہو تو کس جائداد سے وصول ہوگا تو اس میں یہ عرض ہے کہ اگر باوا صاحب کو ہماری املاک موجودہ کا حال معلوم نہیں تو صاحب موصوف کو ایسے قلیل معاملہ میں زیادہ آگاہ کرنا ضروری نہیں صرف اس قدر نشاندہی کافی ہے کہ درصورت تردد کے ایک معتبر اپنا صرف بٹالہ میں بھیجدیں اور ہمارے مکانات اور اراضی جو قصبہ مذکورہ میں قیمتی چھ سات ہزار روپیہ کے موجود اور واقعہ ہیں اُن کی قیمت تخمینی دریافت کرکے اپنے مضطرب دل کی تسلی کرلیں اور نیز یہ بھی

واضح ہو جو بجز جواب دینے کے مطالبہ روپیہ کا نہیں ہو سکتا جیسا کہ باوا صاحب کی تحریر سے مفہوم ہوتا ہے بلکہ مطالبہ کا وہ وقت ہوگا کہ جب کل آرائے تحریری ثالثان اہل انصاف کے جن کے اسماء مبارکہ تنقیح شرط چہارم میں ابھی درج کرونگا سفیر ہند میں بشرائط مشروطہ پرچہ ہذا کے طبع ہو کر شائع ہو جائینگی۔

(۴) شرط چہارم میں باوا صاحب نے صاحبان مندرجہ ذیل کو منصفان تنقید جواب قرار دیا ہے مولوی سید احمد خانصاحب۔ منشی کنہیالال صاحب منشی اندرمن صاحب مجھکو منصفان مجوزہ باوا صاحب میں کسی نہج کا عذر نہیں بلکہ میں اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو انھوں نے تجویز تقرر ثالثان میں مولوی سید احمد خانصاحب کا نام بھی جو ہم سے اخوت اسلام رکھتے ہیں درج کر دیا۔ اس لئے میں بھی اپنے منصفان مقبولہ میں ایک فاضل آریہ صاحب کو جن کی فضیلت میں باوا صاحب کو بھی کلام نہیں باعتماد طبیعت صالحانہ اور رائے منصفانہ اُن کی کے داخل کرتا ہوں جن کے نام نامی یہ ہیں سوامی پنڈت دیانند سرستی حکیم محمد شریف صاحب امرتسری مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری لیکن اتنی عرض اور ہے کہ علاوہ ان صاحبوں کے کہ فریقین کے ہم مذہب ہیں دو صاحب مسیحی مذہب بھی ممبر تنقید جواب کے قرار پانے چاہئیں۔ سو میری دانست میں پادری رجب علی صاحب اور بابو رلارام صاحب جو علاوہ فضیلت علمی اور طبیعت منصفانہ کے اس بحث جاری شدہ سے بخوبی واقف ہیں بشرطیکہ صاحبین موصوفین براہ مہربانی اس شوریٰ میں داخل ہونا منظور کر لیں۔ اور آپ کو بھی اس میں کچھ کلام نہو بہتر اور انسب ہیں۔ ورنہ بالآخر اس طرح تجویز ہوگی کہ ایک صاحب مسیحی مذہب کو آپ قبول کر کے اطلاع دیدیں اور ایک کے اسم مبارک سے میں مطلع کرونگا۔

اور تصفیہ اس طرح پر ہوگا کہ بعد طبع ہونے جواب آپ کے اُن سب صاحبوں کو جو حسب مرضی فریقین ثالث قرار پائے ہیں بذریعہ خانگی خطوط کے اطلاع دی جائیگی

لیکن ہر ایک فریق ہم دونوں میں سے ذمہ دار ہوگا کہ اپنے منصفین مجوزہ کو آپ اطلاع دے۔ تب صاحبان منصفین اول ہمارے سوال نمبر ا کو دیکھینگے۔ اور بعد اُس کے بنصرہ شمول شرائط ہذا کو جس میں آپ کے جواب الجواب کا جو ۱۰ فروری آفتاب پنجاب میں طبع ہوا تھا ازالہ ہے بغور ملاحظہ فرمائینگے۔ پھر آپ کا جواب بتدبر تمام پڑھ کر جانچینگے۔ کہ آیا اس جواب سے وجوہات ہمارے رد ہوگئے یا نہیں اور یہ بھی دیکھینگے کہ آپ نے باثبات دوام لوازم مندرجہ اشتہار کے کیا کیا وجوہات پیش کئے ہیں لیکن یہ امر کسی منصف کے اختیار میں نہوگا کہ صرف اس قدر رائے ظاہر کرے کہ ہماری دانست میں یہ ہے یا وہ ہے بلکہ اگر کوئی ایسی رائے ظاہر کرے تو یہ سمجھا جائیگا کہ گویا اُس نے کوئی رائے ظاہر نہیں کیا۔ غرض کوئی رائے شہادت میں نہیں لیا جائیگا جب تک اس صورت سے تحریر نہو کہ اصل وجوہات متخاصمین کو پورا پورا بیان کر کے بتقریر مدلل ظاہر کرے کہ کس طور سے یہ وجوہات ٹوٹ گئیں یا بحال رہیں اور علاوہ اس کے یہ سب منصفانہ آراء سفیر ہند میں درج ہونگے۔ نہ کسی اور پرچہ میں۔ بلکہ صاحبان منصفین اپنی اپنی تحریر کو براہ راست مطبع ممدوح الذکر میں ارسال فرمائینگے باستثنار بابو ملارام صاحب کے کہ اگر وہ اس شوری تنقید جواب میں داخل ہوے تو اُن کو اپنا رائے اپنے پرچہ میں طبع کرنا اختیار ہوگا۔ اور جبکہ یہ سب آرائے بقید شرائط مذکرہ بالا کے طبع ہو جائینگی تو اُس وقت کثرت رائے پر فیصلہ ہوگا اور اگر ایک نمبر بھی زیادہ ہو تو باوا صاحب کو ڈگری ملیگی۔ ورنہ آنحضرت مغلوب رہینگے۔

اشتہار مبلغ پانسو روپیہ ۵۰۰

میں راقم اس سوال کا جو آریہ سماج کی نسبت پرچہ ۹۔ فروری اور بعد اُس کے سفیر ہند میں بدفعات درج ہو چکا ہے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کر کے لکھ دیتا ہوں کہ اگر باوا نرائن سنگھ صاحب یا کوئی اور صاحب منجملہ آریہ سماج کے جو اُن سے

متفق الرائے ہوں ہماری اُن وجوہات کا جواب جو سوال مذکورہ میں درج ہے اور نیز اُن دلائل کے تردید جو تبصرہ مشمولہ اشتہار ہذا میں مبین ہے پورا پورا ادا کرکے بدلائل حقہ یقینیہ یہ ثابت کر دے کہ ارواح بے انت ہیں اور پرمیشور کو اُن کی تعداد معلوم نہیں تو میں پانسو روپیہ نقد اُس کو بطور جرمانہ کے دونگا۔ اور درصورت نہ ادا ہونے روپیہ کے مجیب مثبت کو اختیار ہوگا کہ امداد عدالت سے وصول کرے تنقید جواب کی اُس طرح عمل میں آویگی جیسے تنقیح شرائط میں اوپر لکھا گیا ہے اور نیز جواب باوا صاحب کا بعد طبع اور شائع ہونے تبصرہ ہماری کے مطبوع ہوگا ۔

المشتہر مرزا غلام احمد رئیس قادیان

جواب الجواب

باوا نرائن سنگھ صاحب سکرٹری آریہ سماج امرتسر مطبوعہ پرچہ آفتاب ۱۸ فروری

اول باوا صاحب نے یہ سوال کیا ہے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ خدا روحوں کا خالق ہے۔ اور ان کو پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے جواب الجواب میں قبل شروع کرنے مطلب کے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ از روے قاعدہ فن مناظرہ کے آپ کا ہرگز یہ منصب نہیں ہو سکتا کہ آپ روحوں کے مخلوق ہونیکا ہم سے ثبوت مانگیں۔ بلکہ یہ حق ہم کو پہنچتا ہے کہ ہم آپ سے روحوں کے بلا پیدائش ہونے کی سند طلب کریں کیونکہ آپ اسی پرچہ مذکور العنوان میں خود اپنی زبان مبارک سے اقرار کر چکے ہیں کہ پرمیشور قادر ہے اور تمام سلسلہ عالم کا وہی منتظم ہے اب ظاہر کہ ثبوت دینا اس امر جدید کا آپ کے ذمہ ہے کہ پرمیشور اول قادر ہو کر پھر غیر قادر کس طرح بن گیا ہمارے ذمہ ہرگز نہیں کہ ہم ثبوت کرتے پھریں کہ پرمیشور جو قدیم سے قادر ہے وہ اب بھی قادر ہے سو حضرت یہ آپ کو چاہئے تھا کہ ہم کو اسبات کا ثبوت کامل دیتے کہ پرمیشور باوصف قادر ہونے کے پھر روحوں کے پیدا کرنے سے کیوں عاجز رہیگا ہم پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ پرمیشور آج جو قادر تسلیم

ہو چکا ہے روحوں کے پیدا کرنے کی کس قدر قدرت رکھتا ہے۔ کیونکہ خدا کے قادر ہونیکو تو ہم اور آپ دونوں مانتے ہیں پس اس وقت تک تو ہم میں اور آپ میں کچھ تنازعہ نہ تھا پھر تنازعہ تو آپ نے پیدا کیا جو روحوں کے پیدا کرنے سے اس قادر پرمیشور کو عاجز سمجھا۔ اس صورت میں آپ خود منصف ہوں اور بتلائیں کہ بار ثبوت کس کے ذمہ ہے؟

اور اگر ہم بطریق تنزل یہ بھی تسلیم کرلیں کہ اگرچہ دعویٰ آپ نے کیا مگر ثبوت اس کا ہمارے ذمہ ہے پس آپ کو مژدہ ہو کہ ہم نے سفیر ہند ۲۱۔ فروری میں خدا کے خالق ہونے کا ثبوت کامل دیدیا ہے۔ جب آپ بنظر انصاف پرچہ مذکور کو ملاحظہ فرمائینگے تو آپ کی تسلی کامل ہو جائیگی اور خود ظاہر ہے کہ خدا تو وہی ہونا چاہیے جو موجد مخلوقات ہو نہ یہ کہ زور آور سلاطین کی طرح صرف غیروں پر قابض ہو کر خدائی کرے۔

اور اگر آپ کے دل میں یہ شک گذرتا ہے کہ پرمیشور جو اپنی نظیر نہیں پیدا کر سکتا شاید اسی طرح ارواح کے پیدا کرنے پر بھی قادر نہ ہوگا۔ پس اسکا جواب بھی پرچہ مذکور ۹ فروری میں پختہ دیگیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا ایسے افعال ہرگز نہیں کرتا جن سے اس کی صفات قدیم کا زوال لازم آوے جیسے وہ اپنا شریک نہیں پیدا کر سکتا۔ اپنے آپ کو ہلاک نہیں کر سکتا کیونکہ اگر ایسا کرے تو اس کی صفات قدیمہ جو وحدت ذاتی اور حیات ابدی ہے زائل ہو جائیگی۔ پس وہ قدوس خدا کوئی کام برخلاف اپنی صفات ازلیہ کے ہرگز نہیں کرتا۔ باقی سب افعال پر قادر ہے۔ پس آپ نے جو روحوں کی پیدائش کو شریک الباری کی پیدائش پر قیاس کیا تو خطا کی۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ آپ کا قیاس مع الفارق ہے۔ ہاں اگر یہ ثابت کر دیتے کہ پیدا کرنا ارواح کا بھی مثل پیدا کرنے نظیر اپنی کے خدا کی کسی صفت عظمت اور جلال کے برخلاف ہے تو دعویٰ آپ کا بلاشبہ ثابت ہو جاتا۔

پس آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ یہ ظاہر کرنا چاہیئے کہ خدا نے روح کہاں سے پیدا کئے اس تقریر سے صاف پایا جاتا ہے آپ کو خدا کے قدرتی کاموں سے مطلق انکار ہے۔ اور اس کو مثل آدم زاد کے محتاج باسباب سمجھتے ہیں۔ اور اگر آپ کا اس تقریر سے یہ مطلب ہے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح پرمیشور روحوں کو پیدا کر لیتا ہے تو اس

وہم کے دفع میں پہلے ہی لکھا گیا تھا کہ پرمیشور کی قدرت کاملہ میں ہرگز یہ شرط نہیں کہ ضرور انسان کی سمجھ میں آجایا کرے۔ دنیا میں اس قسم کے ہزارہا نمونہ موجود ہیں کہ قدرت مدرکہ انسان کی ان کی کنہ حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور علاوہ اس کے ایک امر کا عقل میں نہ آنا اور چیز ہے اور اس کا محال ثابت ہونا اور چیز عدم ثبوت اسبات کا کہ خدا نے کس طرح روحوں کو بنالیا اسبات کو ثابت نہیں کرسکتا کہ خدا سے روح نہیں بن سکتے تھے کیونکہ عدم علم سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ کیا ممکن نہیں جو ایک کام خدا کی قدرت کے تحت داخل تو ہو لیکن عقل ناقص ہماری اس کے اسرار تک نہ پہنچ سکے، بلکہ قدرت تو حقیقت میں اسی بات کا نام ہے جو دلغ احتیاج اسباب سے منزہ اور پاک اور ادراک انسانی سے برتر ہو۔ اول خدا کو قادر کہنا اور پھر یہ زبان پر لانا کہ اس کی قدرت اسباب مادی سے تجاوز نہیں کرتی حقیقت میں اپنی بات کو آپ رد کرنا ہے۔ کیونکہ اگر وہ فی حدذاتہٖ قادر ہے تو پھر کسی سہارے اور آسرے کا محتاج ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا آپ کی پستکوں میں قادر اور سرب شکتی مان اسی کو کہتے ہیں جو بغیر توسل اسباب کے کارخانہ قدرت اس کی کا بند رہے۔ اور بغیر اس کے حکم سے کچھ بھی نہ ہو سکے۔ شاید آپ کے ہاں لکھا ہو گا۔ مگر ہم لوگ تو ایسے کمزور کو خدا نہیں جانتے ہمارا تو وہ قادر خدا ہے کہ جس کی یہ صفت ہو کہ جو چاہا سو ہو گیا اور جو چاہیگا سو ہو گا۔

پھر باوا صاحب اپنے جواب میں مجھ کو فرماتے ہیں کہ جسطرح تم نے یہ مان لیا کہ خدا دوسرا خدا نہیں بنا سکتا اسی طرح یہ بھی ماننا چاہیے کہ خدا روح نہیں پیدا کرسکتا۔ اس فہم اور ایسے سوال سے اگر میں تعجب نہ کروں تو کیا کروں صاحب من ہیں تو اس وہم کا کئی دفعہ آپ کو جواب دے چکا اب میں بار بار کہاں تک لکھوں میں حیران ہوں کہ آپ کو یہ بین فرق کیوں سمجھ میں نہیں آتا۔ اور کیوں دلپر سے یہ حجاب نہیں اُٹھتا۔ کہ جو روحوں کے پیدا کرنے کو دوسرے خدا کی پیدائش پر قیاس کرنا خیال فاسد ہے۔ کیونکہ دوسرا خدا بنانے میں وہ صفت ازلی پرمیشور کی جو واحد لاشریک ہونا ہے نابود ہو جائیگی۔ لیکن پیدائش ارواح میں کسی صفت واجب الوجود کا ازالہ نہیں بلکہ ناپیدکرنے میں ازالہ ہے کیونکہ اس سے صفت

قدرت کی جو پرمیشور میں بالاتفاق تسلیم ہو چکی ہے زاویہ اختفا میں رہیگی - اور بپایہ ثبوت نہیں
پہنچیگی اس لئے کہ جب پرمیشور نے خود ایجاد اپنے سے بلا توسل اسباب کے کوئی چیز محض
قدرت کاملہ اپنی سے پیدا ہی نہیں کی تو ہم کو کہاں سے معلوم ہو کہ اس میں ذاتی قدرت
بھی ہے اگر یہ کہو کہ اس میں کچھ ذاتی قدرت نہیں تو اس اعتقاد سے وہ پرادھین یعنی
محتاج بالغیر ٹھہریگا - اور یہ بہ بداہت عقل باطل ہے - غرض پرمیشور کا خالق ارواح
ہونا تو ایسا ضروری امر ہے - جو بغیر تجویز مخلوقیت ارواح کے سب کارخانہ خدائی کا بگڑ
جاتا ہے - لیکن دوسرا خدا پیدا کرنا صفت وحدت ذاتی کے برخلاف ہی پھر کسطرح پرمیشور
ایسے امر کیطرف متوجہ ہو کہ جس سے اس کی صفت قدیمہ کا بطلان لازم آوے - اور نیز اس
صورت میں جو روح غیر مخلوق اور بے انت مانے جائیں کل ارواح صفت انادی اور
غیر محدود ہونے میں خدا سے شریک ہو جائینگی اور علاوہ اس کے پرمیشور بھی اپنی صفت
قدیم سے جو پیدا کرنا بلا اسباب ہے محروم رہیگا اور یہ ماننا پڑیگا کہ پرمیشور کو صرف روحوں پر
جمعداری ہی جمعداری ہے - اور ان کا خالق اور واجب الوجود نہیں -

پھر بعد اس کے باوا صاحب اسی اپنے جواب میں روحوں کے انتہا ہونیکا جھگڑا لے
بیٹھے ہیں جنکو ہم پہلے اس سے ۹ اور ۲۰ فروری سفیر ہند میں ۱۴ دلائل پختہ سے رد کر چکے ہیں
لیکن باوا صاحب ابتک انکار کئے جاتے ہیں - پس اپنر واضح رہے کہ یوں تو انکار کرنا اور نہ
ماننا سہل بات ہے اور ہر ایک کو اختیار ہے کہ جس بات پر چاہے رہے پر ہم تو تب جانتے
کہ آپ کسی دلیل ہماری کو رد کر کے دکھلاتے - اور بے انت ہونے کی وجوہات پیش کرتے
آپکو سمجھنا چاہئے کہ جس حالت میں ارواح بعض جگہ نہیں پائے جاتے تو بے انت کس
طرح ہو گئے - کیا بے انت کا یہی حال ہوا کرتا ہے - کہ جب ایک جگہ تشریف لے گئے تو
تو دوسری جگہ خالی رہگئی اگر پرمیشر بھی اسی طرح کا بے انت ہے تو کارخانہ خدائی کا معرض
خطر میں ہے - افسوس کہ آپ نے ہمارے اُن پختہ دلائل کو کچھ نہ سوچا اور کچھ غور نہ کیا اور
یونہی جواب لکھنے کو بیٹھ گئے حالانکہ آپ کی منصفانہ طبیعت پر یہ فرض تھا کہ اپنے جواب میں
اس امر کا التزام کرتے کہ ہر ایک دلیل ہماری تحریر کر کے اس کے محاذات میں اپنی دلیل

لکھتے پر کہاں سے لکھتے۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ اسی جواب میں آپ کا یہ اقرار بھی درج ہے کہ ضرور سب ارواح ابتدا سرشٹی میں زمین پر جنم لیتے ہیں اور مدت سوا چار ارب سلسلہ دنیا کا بنا رہتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔ اب اے میرے پیارو اور دوستو اپنے دل میں آپ ہی سوچو۔ اپنے قول میں خود ہی غور کرو کہ جو پیدائش ایک مقرری وقت سے شروع ہوئی اور ایک محدود مقام میں اُن سب نے جنم لیا اور ایک محدود مدت تک اُن کے توالد و تناسل کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو ایسی پیدائش کس طرح بے انت ہو سکتی ہے۔ آپ نے پڑھا ہوگا کہ بموجب اصول موضوعہ فلسفہ کے یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جو چند محدود چیزوں میں ایک محدود عرصہ تک کچھ زیادتی ہوتی رہی تو بعد زیادتی کے بھی وہ چیزیں محدود رہینگی اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر متعدد جانور ایک متعدد عرصہ تک بچہ دیتے رہیں تو اُن کی اولاد بموجب اصول مذکورہ کے ایک مقدار متعدد سے زیادہ نہوگی اور خود از روے حساب کے ہر ایک عاقل سمجھ سکتا ہے کہ جس قدر پیدائش سوا چار ارب میں ہوتی ہے اگر بجائے اس مدت کے ساڑھے آٹھ ارب فرض کریں تو شک نہیں کہ اس صورت موخر الذکر میں پہلی صورت سے پیدائش دوچند ہوگی۔ حالانکہ یہ بات اجلی بدیہات ہے کہ بے انت کبھی قابل تضعیف نہیں ہو سکتا اگر ارواح بے انت ثابت ہوتے تو ایسی مدت معدود میں کیوں محصور ہو جاتے کہ جن کے اضعاف کو عقل تجویز کر سکتی ہے اور نہ کوئی دانا محدود زمانی اور مکانی کو بے انت کہیگا۔ باوا صاحب برائے مہربانی ہمکو بتلا دیں کہ اگر سوا چار ارب کی پیدائش کا نام بے انت ہے تو ساڑھے آٹھ ارب کی پیدائش کا نام کیا رکھنا چاہئے۔ غرض یہ قول صریح باطل ہے کہ ارواح موجودہ محدود زمانی اور مکانی ہو کر پھر بھی بے انت ہیں کیونکہ مدت معین کا توالد و تناسل تعداد معینہ سے کبھی زیادہ نہیں اور اگر یہ قول ہے کہ سب ارواح بدفعہ واحد زمین پر جنم لیتے ہیں سو بطلان اس کا ظاہر ہے کیونکہ زمین محدود ہے اور ارواح بقول آپ کے غیر محدود پھر غیر محدود کس طرح محدود میں سما سکے۔

اور اگر یہ کہو بعض حیوانات باوصف مکتی نہ پانے کے نئی دنیا میں نہیں آتے سو یہ آپ کے اصول کے برخلاف ہے۔ کیونکہ جبکہ پیشتر عرض کیا گیا ہے آپ کا یہ اصول ہے کہ ہر

ہر نئی دنیا میں تمام وہ ارواح جو سرشٹی گذشتہ میں مکتی پانے سے رہگئے
تھے اپنے کرموں کا پھل بھوگنے کے واسطے جنم لیتے ہیں کوئی جیو جنم لینے سے
باہر نہیں رہجاتا۔ اب قطع نظر ان دلائل سے اگر اسی ایک دلیل پر جو محدود
فی الزمان والمکان ہونے کے ہے غور کیجائے تو صاف ظاہر ہے کہ آپ کو ارواح
کے متعدد ماننے سے کوئی گریزگاہ نہیں اور بجز تسلیم کے کچھ بن نہیں پڑتا بالخصوص
اگر ان سب دلائل کو جو سوال نمبر ۱ میں درج ہو چکے ہیں ان دلائل کے ساتھ
جو اس تبصرہ میں اندراج پائیں ملا کر پڑھا جائے تو کون منصف ہے جو اس
نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا کہ ایسے روشن ثبوت سے انکار کرنا آفتاب پر خاک
ڈالنا ہے۔ پھر افسوس کہ باوا صاحب اب تک یہی تصور کئے بیٹھے
ہیں کہ ارواح بے انت ہیں اور مکتی پانے سے کبھی ختم نہیں ہونگے۔ اور
حقیقت حال جو تھا سو معلوم ہوا کہ کل ارواح پانچ ارب کے اندر اندر ہمیشہ
ختم ہو جاتے ہیں۔ اور نیز ہر پرلے کے وقت پر اُن سب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔
اگر بے انت ہوتے تو اُن دونوں حالتوں مقدم الذکر میں کیوں ختم ہوتا اُن
کا رکن اصول آریہ سماج کا ٹھہرتا عجب حیرانی کا مقام ہے کہ باوا صاحب خود
اپنے ہی اصول سے انحراف کر رہے ہیں۔ اتنا خیال نہیں فرماتے کہ جو اشیاء
ایک حالت میں قابل اختتام ہیں وہ دوسری حالت میں بھی یہی قابلیت
رکھتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ مظروف اپنے ظرف سے کبھی زیادہ نہیں ہوتا
پس جبکہ کل ارواح ظروف مکانی اور زمانی میں داخل ہو کر اندازہ اپنا ہر نئی
دُنیا میں معلوم کرا جاتے ہیں اور پیمانہ زمان مکان سے ہمیشہ ماپے جاتے ہیں
تو پھر تعجب کہ باوا صاحب کو ہنوز ارواح کے محدود ہونے میں کیوں شک
باقی ہے۔ میں باوا صاحب سے سوال کرتا ہوں کہ جیسے بقول آپ کے یہ سب
ارواح جو آپ کے تصور میں بے انت ہیں سب کے سب دُنیا کی طرف حرکت
کرتے ہیں اگر اسی طرح اپنے بھائیوں مکتی یافتوں کی طرف حرکت کریں تو اس میں

استبعاد عقلی ہے - اور کونسی حجت منطقی اس حرکت سے ان کو روکتی ہے - اور
کس برہان لمی یا انی سے لازم آتا ہے کہ دنیا کی طرف انتقال اُن سب کا بر شٹی
کے دورہ میں جائز بلکہ واجب ہے - لیکن کوچ اُن سب کا مکتی یا فتوں
کے کوچہ کی طرف ممتنع اور محال ہے - مجھکو معلوم نہیں ہوتا کہ اس عالم دُنیا
کی طرف کونسی پختہ سڑک ہے کہ سب ارواح اس پر بآسانی آتے جاتے
ہیں ایک بھی باہر نہیں رہجاتی - اور اُن مکتی یافتوں کے رستہ میں کونسا پتھر
پڑا ہوا ہے کہ اس طرف اُن سب کا جانا ہی محال ہے - کیا وہ خدا جو سب
ارواح کو موت اور جنم دے سکتا ہے سبکو مکتی نہیں دے سکتا - جب ایک
طور پر سب ارواح کی حالت متغیر ہو سکتی ہے تو پھر کیا وجہ کہ دوسرے طور سے
وہ حالت قابل تغیر نہیں اور نیز کیا یہ بات ممکن نہیں جو خدا اُن سب ارواح
کا یہ نام رکھدے کہ مکتی یاب ہیں - جیسا اب تک یہ نام رکھا ہوا ہے کہ مکتی
یاب نہیں کیونکہ جن چیزوں کی طرف نسبت سلبی جائز ہو سکتی ہے بیشک
اُن چیزوں کی طرف نسبت ایجابی بھی جائز ہے - اور نیز یہ بھی واضح رہے
کہ یہ قضیہ کہ سب ارواح موجودہ نجات پا سکتے ہیں اس حیثیت سے زیر
بحث نہیں کہ محمول اس قضیہ کا جو نجات عام ہے مثل کسی جزئی حقیقی کے
قابل تنقیح ہے بلکہ اس جگہ مبحوث عنہ امر کلی ہے یعنی ہم کلی طور پر بحث کرتے
ہیں کہ ارواح موجودہ نے جو ابھی مکتی نہیں پائی آیا بموجب اصول آریہاج
کے اس امر کی قابلیت رکھتے ہیں یا نہیں کہ کسی طور کا عارضہ عام خواہ مکتی
ہو یا کچھ اور ہو اُن سب پر طاری ہو جائے سو آریہ صاحبوں کے ہم ممنون منت
ہیں جو اُنھوں نے آپ ہی اقرار کر دیا کہ یہ عارضہ عام بعض صورتوں میں سب
ارواح پر واقع ہے جیسے موت اور جنم کی حالت سب ارواح پر عارض ہو
جاتی ہے - اب باوا صاحب خود ہی انصاف فرماویں کہ جس حالت میں دو
مادوں میں اس عارضہ عام کے خود ہی قائل ہو گئے تو پھر اس تیسرے مادہ

میں جو سب کا گنتی پاتا ہے انکار کرنا کیا وجہ ہے۔

پھر باوا صاحب یہ فرماتے ہیں کہ علاوہ زمین کے سورج اور چاند اور سب ستاروں میں بھی بکثرت جانور آباد ہیں۔ اور اس سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ بس ثابت ہو گیا کہ بس بے انت ہیں۔ پس باوا صاحب پر واضح رہے کہ اول تو یہ خیال بعض حکماء کا ہے جسکو یورپ کے حکیموں نے اخذ کیا ہے اور ہماری گفتگو آریہ سماج کے اصول پر ہے۔ سوا اس کے اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ آریہ سماج کا بھی یہی اصول ہے تو پھر بھی کیا فائدہ کہ اس سے بھی آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ اس سے تو صرف اتنا نکلتا ہے کہ مخلوقات خدا تعالیٰ کی بکثرت ہے۔ ارواح کے بے انت ہونے سے اس دلیل کو کیا علاقہ ہے پر شاید باوا صاحب کے ذہن میں مثل محاورہ عام لوگوں کے یہ سمایا ہوا ہو گا کہ بے انت اُسی چیز کو کہتے ہیں جو بکثرت ہو۔ باوا صاحب کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ جس حالت میں یہ سب اجسام ارضی اور اجرام سماوی بموجب تحقیق فن ہیئت اور علم جغرافیہ کے معدود اور محدود ہیں تو پھر جو چیزیں ان میں داخل ہیں کسطرح غیر معدود ہو سکتی ہیں۔ اور جس صورت میں تمام اجرام و اجسام زمین و آسمان کے خدا کے گنے ہوئے ہیں تو پھر جو کچھ ان میں آباد ہے وہ اس کی گنتی سے کب باہر رہ سکتا ہے۔ سو ایسے دلائل سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کام تو تب بنے کہ آپ یہ ثابت کریں کہ ارواح موجودہ تمام حدود و قیود و ظروف مکانی و زمانی اور فضائے عالم سے بالاتر ہیں کیونکہ خدا بھی انہیں معنوں پر بے انت کہلاتا ہے۔ اگر ارواح بے انت ہیں تو وہی علامات ارواح میں ثابت کرنی چاہئیں۔ اس لئے کہ بے انت ایک لفظ ہے کہ جس میں بقول آپ کے ارواح اور باری تعالیٰ مشارکت رکھتے ہیں اور اس کا حد تام بھی ایک ہے۔ یہ بات نہیں کہ جب

لفظ بے انت کا خدا کی طرف نسبت کیا جائے تو اس کے معنی اور ہیں اور جب ارواح کی طرف منسوب کریں تو اور معنی

پھر بعد اس کے باوا صاحب فرماتے ہیں کہ کسی نے آج تک روحوں کی تعداد نہیں کی - اس سے لاتعداد ہیں - اسپر ایک قاعدہ حساب کا بھی جو ماتحن فیہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا پیش کرتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ لاتعداد کی کمی نہیں ہوسکتی - پس باوا صاحب پر واضح رہے کہ ہم تخمینی اندازہ ارواح کا بموجب اصول آپ کے بیان کرچکے ہیں اور اُن کا ظروف مکانی اور زمانی میں محدود ہونا بھی بموجب انہی اصول کے ذکر ہوچکا ہے - اور آپ اب تک وہ حساب ہمارے روبرو پیش کرتے ہیں جو غیر معلوم اور نامفہوم چیزوں سے متعلق ہے - اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح خزانچی کو اپنی جمع تحویل شدہ کا کل میزان روپیہ آنہ پائی کا معلوم ہوتا ہے اسی طرح اگر انسان کو کل تعداد ارواح کا معلوم ہو تو تب قابل کمی ہونگے - ورنہ نہیں - سو یہ بھی آپ کی غلطی ہے - کیونکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ جس چیز کا اندازہ تخمینی کسی پیمانہ کے ذریعہ سے ہوچکا تو پھر ضرور عقل یہی تجویز کریگی کہ جب اُس اندازہ معلومہ سے نکالا جاوے تو بقدر تعداد خارج شدہ کے اصلی اندازہ میں کمی ہوجائیگی - بھلا یہ کیا بات ہے کہ جب مکتی شدہ سے ایک فوج کثیر مکتی شدہ ارواح میں داخل ہوجائے تو نہ وہ کچھ کم ہوں اور نہ یہ کچھ زیادہ ہوں - حالانکہ وہ دونوں محدود ہیں اور ظروف مکانی اور زمانی میں محصور

اور جو یہ باوا صاحب فرماتے ہیں کہ تعداد روحوں کی ہمکو بھی معلوم ہونی چاہئے تب قاعدہ جمع تفریق کا اُسپر صادق آویگا - یہ قول باوا صاحب کا بھی قابل ملاحظہ ناظرین ہے - ورنہ صاف ظاہر ہے کہ جمع بھی خدا کی اور تفریق بھی وہی کرتا ہے - اور اُسکو ارواح موجودہ کے تمام افراد معلوم ہیں -

اور فرد وفرد اس کے زیر نظر ہے اس میں کیا شک ہے کہ جب ایک روح نکل کر مکتی یا یوں میں جاویگی تو پرمیشور کو معلوم ہے کہ یہ فرد اس جماعت میں سے کم ہوگیا اور اُس جماعت میں سے بباعث داخل ہونے اس کے ایک فرد کی زیادتی ہوئی یہ کیا بات ہے کہ اس داخل خارج سے وہی پہلی صورت بنی رہی - نہ مکتی یاب کچھ زیادہ ہوں اور نہ وہ ارواح کہ جن سے کچھ روح نکل گئی بقدر نکلنے کے کم ہوجائیں اور نیز ہمکو بھی کوئی برہان منطقی مانع اس بات کے نہیں کہ ہم اس امر متیقن محقق طور پر رائے نہ لگا سکیں کہ جن چیزوں کا اندازہ بذریعہ ظرف مکانی اور زمانی کے ہم کو معلوم ہوچکا ہے وہ دخول وخروج سے قابل زیادت اور کمی ہیں - مثلاً ایک ذخیرہ کسی قدر غلہ کا کسی کوٹھے میں بھرا ہوا ہے اور لوگ اس سے نکال کر لئے جاتے ہیں سوگو ہم کو اُس ذخیرہ کا وزن معلوم نہیں لیکن ہم بہ نظر محدود ہونے اس کے کے رائے دے سکتے ہیں کہ جیسا نکالا جائیگا کم ہوتا جائیگا

اور یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ خدا کا علم غیر محدود ہے اور روح بھی غیر محدود ہیں اسیواسطے خدا کو روحوں کی تعداد معلوم نہیں یہ آپ کی تقریر بیموقع ہے - جناب من یہ کون کہتا ہے جو خدا کا علم غیر محدود نہیں - کلام ونزاع تو اس میں ہے کہ معلومات خارجیہ اس کے جو تعینات وجودیہ سے مقید ہیں اور زمانہ واحد میں پائے جاتے ہیں اور ظروف زمانی ومکانی میں محصور اور محدود ہیں آیا تعداد اُن اشیاء موجودہ محدودہ معینہ کا اس کو معلوم ہے یا نہیں آپ اُس اشیاء موجودہ محدودہ کو غیر موجود اور غیر محدود ثابت کریں تو تب کام بنتا ہے - ورنہ علم الٰہی کہ موجود اور غیر موجود دونوں پر محیط ہے اس کے غیر متناہی ہونے سے کوئی چیز جو تعینات خارجیہ میں مقید ہو

غیر متناہی نہیں بن سکتی اور آپ نے خدا کے علم کو خوب غیر محدود بنایا کہ جس سے روحوں کا احاطہ بھی نہ ہو سکا اور شمار بھی نہ معلوم ہوا باوصفیکہ سب موجود تھے۔ کوئی معدوم نہ تھا۔ کیا خوب بات ہے کہ آسمان اور زمین نے تو روحوں کو اپنے پیٹ میں ڈال کر بزبان حال اُن کی تعداد بتلائی پھر خدا کو کچھ بھی تعداد معلوم نہ ہوئی یہ عجیب خدا ہے۔ اور اس کا علم عجیب تر۔ بھلا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ خدا کو جو ارواح موجودہ کا علم ہے یہ اُس کے علوم غیر متناہیہ کا جزء ہے یا کل ہے۔ اگر کل ہے اس سے لازم آتا ہے کہ خدا کو سوا روحوں کے اور کسی چیز کی خبر نہو اور اس سے بڑھ کر اس کا کوئی عالم نہو اور اگر جزء ہے تو محدود ہو گیا۔ کیونکہ جزء کل سے ہمیشہ چھوٹا ہوتا ہے۔ پس اس سے بھی یہی نتیجہ نکلا کہ ارواح محدود ہیں اور خود یہی حق الامر تھا۔
جس شخص کو خدا نے معرفت کی روشنی بخشی ہو وہ خوب جانتا ہے کہ خدا کے بے انتہا علوم کے در ہائے زمین سے علم ارواح موجودہ کا اس قدر بھی نسبت نہیں رکھتا کہ جیسے سوئی کو سمندر میں ڈبو کر اس میں کچھ تری باقی رہجاتی ہے

پھر باوا صاحب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض کرنا بیجا ہے کہ بے انت اور انادی ہونا خدا کی صفت ہے اور اگر روح بھی بے انت اور انادی ہوں تو خدا کے برابر ہو جائینگے۔ کیونکہ کسی جزوی مشارکت سے مساوات لازم نہیں آتی۔ جیسے آدمی بھی آنکھ سے نہیں دیکھتا ہے اور حیوان بھی۔ پر دونوں مساوی نہیں ہو سکتے۔

یہ دلیل باوا صاحب کی تغلیط اور تسقیط ہے۔ ورنہ کون عاقل اس بات کو نہیں جانتا کہ جو صفات ذات الٰہی میں پائی جاتی ہیں وہ سب

اس ذات بے مثل کے خصایص ہیں کوئی چیز ان ہیں شریک سہیم ذات باری کے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اگر ہو سکتی ہے تو پھر سب صفات اس کی میں شراکت غیر کی جائز ہوگی۔ اور جب سب صفات میں شراکت جائز ہوئی تو ایک اور خدا پیدا ہو گیا بھلا اس بات کا آپ کے پاس کیا جواب ہے کہ جو خدا کی صفات قدیمہ میں سے جو انادی اور بے انت ہونے کی صفت ہے وہ تو اس کے غیر میں بھی پائی جاتی ہیں۔ لیکن دوسری صفات اس کی اس سے مخصوص ہیں ذرا آپ خیال کر کے سوچیں کہ کیا خدا کی تمام صفات یکساں ہیں یا متقارب ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ اگر ایک صفت میں صفات مخصوصہ اس کی سے اشتراک بالغیر جائز ہوگا اور اگر نہیں تو سب نہیں اور یہ جو آپ نے نظیر دی جو حیوانات مثل انسان کے آنکھ سے دیکھتے ہیں لیکن اس رویت سے انسان نہیں ہو سکتا نہ اس کے مساوی یہ نظیر آپ کی بے محل ہے۔ اگر آپ ذرا بھی غور کرتے تو ایسی نظیر کبھی نہ دیتے۔ حضرت سلامت یہ کون کہتا ہے کہ ممکنات کو عوارض خارجیہ میں باہم مشارکت اور مجانست نہیں۔ امر متنازعہ فیہ تو یہ ہے کہ خصائص الٰہیہ میں کسی غیر اللہ کو بھی اشتراک ہے۔ یا صفات اس کے اس کی ذات سے مخصوص ہیں۔ آپ مدعی اس امر متنازعہ کے ہیں اور نظیر ممکنات کی پیش کرتے ہیں جو خارج از بحث ہے آپ امر متنازعہ کی کوئی نظیر دیں تب حجت تمام ہو ورنہ ممکنات کے تشارک تجانس سے یہ حجت تمام نہیں ہوتی نہ ذات باری کے خصائص کو ممکنات کے عوارض پر قیاس کرنا طریق دانشوری ہے۔ علاوہ اس کے جو ممکنات میں بھی خصائص ہیں وہ بھی اُن کے ذوات سے مخصوص ہیں۔ جیسا کہ انسان کی حد تام یہ ہے جو حیوان ناطق ہے اور ناطق ہونا

انسان کے خصائص ذاتی میں سے اور اس کا فصل اور ممیز
عن الغیر ہے یہ فصل اس کا نہیں کہ ضرور بینا بھی ہو اور آنکھ سے
بھی دیکھتا ہو۔ کیونکہ اگر انسان اندھا بھی ہو جائے تب بھی
انسان ہے۔ بلکہ انسان کے خصائص ذاتیہ سے وہ امر ہے جو بعد
مفارقت روح کے بدن سے اس کے نفس میں بنا رہتا ہے۔ ہاں
یہ بات سچ ہے جو ممکنات میں اس وجہ سے جو وہ سب ترکیب
عنصری میں متحد ہیں بعض حالات خارج از حقیقت تامہ میں ایک
دوسرے کی مشارکت بھی ہوتے ہیں جیسے انسان اور گھوڑا
اور درخت کہ جوہر صاحب ابعاد ثلاثہ اور قوت نامیہ ہونے میں یہ
تینوں شریک ہیں اور حساس اور متحرک بالارادہ ہونے میں انسان
اور گھوڑا مشارکت رکھتے ہیں لیکن ماہیت تامہ ہر ایک کی جدا جدا
ہے۔ غرض یہ صفت عارضی ممکنات کی حقیقت تامہ پر زائد ہے
جس میں کبھی کبھی تشارک اور کبھی تغائر ان کا ہو جاتا ہے۔ اور
باوصف مختلف الحقائق اور متغائر الماہیت ہونے کے کبھی کبھی
بعض مشارکات میں ایک جنس کے تحت میں داخل ہو جاتے
ہیں بلکہ کسی ایک حقیقت کے لئے ایک اجناس ہوتے ہیں اور
یہ بھی کچھ سمجھا کہ کیوں ایسا ہوتا ہے یہ اس واسطے ہوتا ہے کہ
ترکیب مادی ان کی اصل حقیقت اُن کے پر زائد ہے۔ اور سب
کی ترکیب مادی کا ایک ہی استقس یعنی اصل ہے۔ اب آپ پر
ظاہر ہو گا کہ یہ تشارک ممکنات کا خصائص ذاتیہ میں تشارک نہیں
بلکہ عوارض خارجیہ میں اشتراک ہے باطنی آنکھ انسان کی جس کو بصیرت
قلبی (این لائٹ منٹ) کہتے ہیں دوسرے حیوانات میں ہرگز نہیں
پائی جاتی۔

اخیر میں باوا صاحب اپنے خاتمہ جواب میں یہ بات کہکر خاموش ہو گئے ہیں کہ سب دلائل معترض کے توہمات ہیں۔ قابل تردید نہیں اس کلمہ سے زیرک اور ظریف آدمیوں نے فی الفور معلوم کر لیا ہوگا کہ باوا صاحب کو یہ لفظ کیوں کہنا پڑا۔ بات یہ ہوئی اول اول تو ہمارے معزز دوست جناب باوا صاحب جواب دینے کی طرف دوڑے اور جہانتک ہوسکا ہاتھ پانوٴں مارے اور کودے اُچھلے لیکن جب اخیر کو کچھ پیش نہ گئی اور عقدہ لاینحل معلوم ہوا تو آخر ہانپ کر بیٹھ گئے۔ اور یہ کہدیا کہ کیا تردید کرنا ہے یہ تو توہمات ہیں۔ لیکن ہر عاقل جانتا ہے کہ جن دلائل کی مقدمات یقینیہ پر بنیاد ہو وہ کیوں توہمات ہوگئے۔ اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ اور آئندہ بلا ضرورت نہیں لکھینگے ؞

راقم

مرزا غلام احمد رئیس

قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

عرض حال

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد الامین وخاتم النبیین وعلٰے آلہ واصحابہ الطیبین وعلی خلفائہ راشدین ۔

امابعد خاکسار ایڈیٹر الحکم نہایت خوشی اور مسرت قلبی سے اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس کو اس چشمہ ہدایت کی طرف رہنمائی فرمائی اور اپنے فضل ہی سے اس کے ہاتھ میں قلم اور دل ودماغ میں قوت بخشی اور اسے سلسلہ کی قلمی خدمت کے لئے جوش عطا فرمایا تب ہی سے اسکو یہ آرزو رہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات اور مکتوبات کو جمع کروں محض فضل ربانی ہی نے اس کی دستگیری کی اور اس کو اس خدمت کے ایک حد تک قابل کر دیا الحکم کے ذریعہ اس سلسلہ میں بہت بڑا کام ہو چکا ہے اور پرانی تحریروں کے جمع کرنے میں بھی اس حد تک کامیابی ہوئی کہ آج میں اس سلسلہ میں یہ تیسرا مجموعہ شائع کرنے کی توفیق پاتا ہوں والحمد للہ علی ذالک

مکتوبات کے سلسلہ میں اس وجہ سے پہلی جلد کی اشاعت کے وقت خیال کیا گیا تھا کہ دوسری جلد حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے مکتوبات کی ہوگی مگر بعد میں میری رائے ترتیب کے متعلق یوں ہوئی کہ پہلے ان جلدوں کو شائع کرنا چاہئے جو مختلف مذاہب کے ہادیوں اور لیڈروں کے نام کے مکتوبات ہیں چنانچہ اس جلد میں ان مکتوبات کو جمع کیا گیا ہے جو ہندو۔ آریہ اور برہمو لوگوں کے نام ہیں۔ تیسری جلد میں وہ مکتوبات انشاء اللہ ہونگے جو عیسائی مذہب کے لیڈروں کے نام آپ نے لکھے ہیں۔ غالباً اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ ۲۴؍ دسمبر ۱۹۰۸ء میں پہلی جلد شائع ہوئی تھی اور قریباً چار سال بعد دوسری جلد شائع ہوتی ہے اگر

توقف اور تعویق کا موجب ظاہری وہ مالی مشکلات تھیں جو کارخانہ الحکم کو بوجہ خسارہ مشین پیش آئیں۔ لیکن اب چونکہ میرے مکرم بھائی منشی محمد وزیر خانصاحب اورسیر نے جو سلسلہ کے ایک مخلص و پرجوش ممبر ہیں اور میرے ساتھ انھیں دیرینہ محبت ہے) اس سلسلہ تالیفات مکتوبات میں مدد کرنیکا وعدہ فرمایا ہے اس لئے میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو باقی جلدیں جلد شائع ہو سکینگی ۔ **والامر بید اللہ**

احباب اگر اس سلسلہ تالیفات کی خریداری میں میری حوصلہ افزائی کریں تو خدا کے فضل سے وہ وقت قریب آسکتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی تائید اور توفیق سے اُس عظیم الشان کام کو شروع کردوں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی سوانح عمری کا ہے یہ سوانح عمری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح عمری ہی نہ ہوگی بلکہ یہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک تاریخ ہوگی۔

یہ معمولی محنت کا کام نہیں اس کے لئے ایک خاص اسٹاف کی ضرورت ہوگی اور ہزار دو ہزار صفحات کی ورق گردانی اور واقعات کا جمع کرنا اور تالیف و ترتیب کا کام ہوگا۔ میں اپنے مخلص احباب کا شکرگذار ہوں کہ وہ مجھے اس کا اہل سمجھتے ہیں۔ اور میں خدا تعالیٰ کے اس فضل کا شکرگذار ہوں میں اس امر کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح کا میٹیریل میں نے قریباً جمع کرلیا ہے اس کی ترتیب اور طبع ہی کا کام اب باقی ہے۔ اور یہ اس وقت شروع ہو سکیگا جب اللہ تعالیٰ ایسے مخلص قلوب کو تحریک کریگا جو اس راہ میں اپنا مال نثار کرسکیں ساری توفیقیں اللہ کو ہی ہیں

یہ کتاب صرف ایک ہزار چھاپی گئی ہے جسقدر جلد احباب
اس کی اشاعت میں حصہ لینگے اسیقدر جلد وہ مجھے
دوسری جلد کی اشاعت کا موقعہ دینگے

والسلام

احقر یعقوب علی تراب احمدی اڈیٹر الحکم قادیان
(دفتر الحکم قادیان دارالامان ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء)